آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے | لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

نمبر ۱۰ | بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء | مطابق ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ | [illegible]

چندہ سالانہ | عام طالبان حق [illegible]

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰- اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسیحیت کا شہتیر ٹوٹ گیا

مسیحیت کا شہتیر وہ صلیب کی لکڑی ہے جس پر حضرت مسیح کو لٹکایا گیا تھا مسیحی مذہب کا سارا دارومدار اسی کمزور لکڑی پر ہے کیونکہ اُن کا عقیدہ ہے کہ مریم کا بیٹا یسوع۔ خدا کا بیٹا اور خدا تھا۔ اُس کے دل میں گنہگاروں کے لیئے رحم نے جوش مارا مگر خدا باپ کا انصاف اس بات کا مقتضی تھا کہ گناہ گار کو سزا دیجائے۔ اِس مشکل کو بیٹے نے اس طرح حل کیا کہ وہ خود اِس بات پر تیار ہو گیا کہ کُل بنی نوع انسان کے گناہوں کی سزا خود بھگتے اور گناہ گاروں کو سزا سے نجات ملجائے۔ اس طرح خدا باپ کا انصاف بھی پورا ہو گیا۔ اور خدا بیٹے کا رحم بھی پورا ہو گیا۔ یعنی خدا باپ نے گناہوں کی سزا بھی دیدی اور بنی آدم گناہوں کی سزا سے بچ بھی گئے۔ خدا بیٹے نے اس سزا کو اس طرح اپنے پر اٹھایا کہ وہ انسان بنکر زمین پر اُترا۔ یہودیوں کے درمیان مسیح اور خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔ انہوں نے اُسکو جھوٹا سمجھ کر پکڑا اور صلیب پر کھینچ کر اس کو مار ڈالا اور توراۃ کے رو سے صلیبی موت لعنتی موت ہے۔ اسلیئے اُس نے نوع انسان کے گناہوں کی سزا میں صلیبی موت کی لعنت کو قبول کیا اور تین دن دوزخ میں رہا۔ تیسرے دن سزا بھگتنے کے بعد وہ پھر اپنی خدائی طاقت سے پھر زندہ ہو گیا۔ اسلیئے جو شخص اُسکے صلیب پر مرنے اور بنی آدم کی طرف سے اپنے نفس کی قربانی ادا کرنے پر ایمان لاتا ہے وہ گناہوں کی سزا سے بچایا گیا کیونکہ خدا بیٹا خود اُسکی طرف سے قربان ہو کر سزا بھگت چکا ہے۔ یہ ہے مسیحی مذہب کا خلاصہ۔ اور یہی عقیدہ ہے جو مسیحیوں میں کفارہ کے نام سے

مشہور ہے۔ غرض مسیحیوں کے سارے مذہب کا انحصار اسی امر پر ہے کہ خدا بیٹے نے صلیب کی
لعنتی لکڑی پر نوع انسان کے لیئے اپنی جان قربان کر دی اور اُنکے گناہوں کی سزا کو اپنے سر پر
اُٹھالیا۔ پس یہی صلیب کی لکڑی مسیحی مذہب کا شہتیر ہے۔ اسلیئے قرآن شریف نے ما قتلوہ
و ما صلبوہ کہکر مسیحی مذہب کی ساری عمارت کو گرادیا ہے۔ یعنی یہودیوں نے مسیح کو قتل
نہیں کیا اور نہ صلیب کے ذریعے اُس کی موت واقع ہوئی۔ اور چونکہ اس صلیب پر مسیحیت کا سارا
انحصار تھا اس لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب آنیوالے مسیح کی خبر دی تو اُس کی
نسبت یہی فرمایا یکسر الصلیب کہ مسلمانوں کا امام مسیح موعودؑ مسیحیت کی بیخکنی کریگا
اور وہ بیخکنی اس طرح پر واقع ہوگی کہ وہ صلیب کے عقیدہ پر ایسا وار کریگا کہ اُسکو پاش پاش کر دیگا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ مسیح موعودؑ مسیحیت کی تردید کریگا بلکہ فرمایا کہ وہ صلیب
کو توڑے گا۔ اس میں یہ اشارہ تھا کہ اُس کا حملہ صلیبی عقیدہ پر ہوگا جو مسیحیت کا بنیادی عقیدہ
ہے۔ اور صلیب کے ٹوٹنے سے مسیحی مذہب کی موت واقع ہوگی۔ آپ نے یکسر الصلیب فرماکر
وہ طریق بتلادیا جس کے ذریعہ مسیح موعودؑ نے مسیحی مذہب کو جڑھ سے اُکھیڑنا تھا۔ یعنی مسیح
موعودؑ کے ہاتھ پر مسیحیت کی موت واقع ہوگی اور وہ اس طرح ہوگی کہ وہ صلیبی عقیدہ کو پاش
پاش کر دیگا اور چونکہ یہی عقیدہ مسیحی مذہب کی بنیاد ہے اسلیئے اس بنیاد کے گرنے سے
مسیحیت کی ساری عمارت زمین سے پیوست ہو جائیگی۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق
مسیح موعودؑ نے اپنے حملہ کے لیئے صلیب کو ہی منتخب کیا۔ اور اُسے پاش پاش کر دیا مسیحیوں کا سارا
فخر یہ تھا کہ خدا بیٹا صلیب پر مرگیا۔ آپ نے قرآن شریف سے رہنمائی حاصل کر کے خود اناجیل
مروجہ کے ذریعہ یہ امر روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ مسیحؑ نے صلیب پر جان نہیں دی بلکہ
زندہ اُترا اور پھر زندہ ہی قبر سے نکلا اور اپنے شاگردوں سے ملاقات کی۔ کھانا کھایا زخم
دکھائے اور پھر افغانستان اور کشمیر کی طرف ہجرت کی جہاں بنی اسرائیل کے باقی فرقے
آباد تھے آخر سری نگر میں وفات پائی٭ اور اب تک آپ کی قبر محلہ خانیار میں محفوظ چلی آتی ہے
جو نبی صاحب اور عیسیٰ صاحب کی قبر کے نام سے مشہور ہے مسیحیوں نے لاجواب ہو کر یہی جواب
دیا کہ یہ عقیدہ کروڑوں انسانوں کے عقیدہ کے برخلاف ہے اسلیئے قابل پذیرائی نہیں

٭ یوز آسف کے حالات میں لکھا ہے کہ "وہ آخر کشمیر پہنچا اور مرنے سے پہلے اس نے اپنا سر مغرب کیطرف کیا اور پاؤں مشرق کیطرف"۔ بنی اسرائیل میں یہ رسم ہے کہ وہ اپنے مُردوں کے سر مغرب کیطرف کرتے ہیں اور پاؤں مشرق کیطرف۔ پس یہ امر بھی ہماری تحقیقات کا مؤید ہے (کتاب بہ لام دیوز آسف صفحہ ۹ ص)

اور افسوس ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے بھی اس انکشاف عظیم کی کماحقہ قدردانی نہ کی مگر حق آخر غالب آتا ہے اور سچائی دنیا پر ظاہر ہونے کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگرچہ پادری صاحبان نے اس انکشاف میں اپنے مذہب کی موت دیکھکر اپنی آنکھوں کو عمداً بند کر دیا اور اُس سورج کی طرف دیکھنا پسند نہ کیا جس نے مشرق سے طلوع کیا تھا اور اس طرح اپنے دل کو تسلّی دی کہ چونکہ ہم نے اپنی آنکھوں کو میچ لیا ہے اسلیئے گویا سورج موجود ہی نہیں مگر کب تک آنکھوں کا میچنا مفید ہو گا۔ آخر سورج کی گرمی اُنکے بدنوں کو تپائیگی اور اُنہیں ماننا پڑیگا کہ واقعی سورج چڑھ آیا اور ہم نے جو اپنی آنکھوں کو میچکر ایک بناوٹی رات بنا رکھی تھی وہ ہماری ایک بیہودہ کوشش تھی۔ مشرق میں تو پادریصاحبان اس انکشاف سے روگردانی کرکے یہ چاہتے ہیں کہ یہ خبر دنیا میں شہرت حاصل نہ کرے مگر خدائے تعالیٰ کا شکر ہے کہ مغرب میں کئی ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اس سچائی کی قدر کی ہے اور اُن میں سے بعض نے ہمیں لکھا ہے کہ جو کچھ تم نے مسیح کے صلیب سے بچنے اور اُس سے بعد کے واقعات کے متعلق لکھا ہے یہ ایک سچائی ہے جسکو ہر ایک انصاف پسند انسان قبول کریگا اور یہ اس قابل ہے کہ اسکو ایک پمفلٹ کی شکل میں چھاپ کر دنیا کے کل حصوں میں شائع کیا جاوے۔ دنیا کو اس سچائی کی اِسوقت سخت ضرورت ہے۔ اب عام طور پر بعض اخبارات میں بھی مسیح کے صلیب سے بچنے کے متعلق بعینہٖ وہی رائے ظاہر کی جارہی ہے جو ہماری تحقیقات ہے۔ ذیل میں ہم شہر نیویارک (امریکہ) کے اخبار ٹروتھ سیکر مورخہ ۲۳۔ اگست سنہ ۱۹۱۳ء میں سے ایک صاحب مارشل جے گاون کے مضمون کا اقتباس نقل کرتے ہیں جو ہماری تحقیقات کے ساتھ ایسی کلّی مطابقت رکھتا ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں یہ گمان گذرتا ہے کہ یہ کسی احمدی کی تحریر ہے وہ لکھتا ہے:-

"مسیحیت کا کونے کا پتھر مسیح کے جی اُٹھنے کا مسئلہ ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ مسیح مردوں سے جی نہیں اُٹھا تو مسیحیت خاک سے ملجاتی ہے۔ لیکن اس بات کے ثبوت میں کہ مسیح واقعی مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گیا ذرہ بھی شہادت موجود نہیں۔ کیونکہ اسکے ثابت کرنے کے لیئے پہلے یہ امر ثابت کرنا ضروری ہے کہ واقعی وہ صلیب پر

مر چکا تھا۔ لیکن اُس کا صلیب پر مرنا ہرگز ثابت نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ وہ غشی کی حالت میں ہو گیا تھا۔ اور اُس کو ایک ہوادار قبر میں زندہ مگر بے ہوشی کی حالت میں داخل کیا گیا۔ اگر وہ درحقیقت قبر میں داخل کیا جانے کے بعد اپنے شاگردوں سے ملا تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس سے پہلے مر چکا تھا بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ مرا ہی نہیں تھا۔ اگر اس سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا تو پھر دنیا میں کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ فرض کرو کہ ایک شخص کو آج پھانسی دی گئی ہے اور کل وہ اپنے دوستوں کے ساتھ میل ملاپ کرتا ہوا دیکھا جاتا ہے تو وہ کونسا مسیحی ہے جو یہ یقین کرے گا کہ وہ شخص درحقیقت مر گیا تھا؟ جہاں تک انسانی عقل کام دے سکتی ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جس چیز میں جان موجود ہو اُس پر ابھی موت وارد نہیں ہوئی۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مسیح اُس جسم کے ساتھ جو گوشت و پوست سے بنا ہوا تھا اور جس پر میخوں کے نشان موجود تھے پھر جی اُٹھا اور جی اُٹھنے کے بعد اُس نے شہد بھی کھایا اور مچھلی بھی کھائی اور ہمیں بتلایا جاتا ہے کہ اس جسم کے ساتھ جو مادی اور انسانی جسم تھا مسیح آسمان پر چڑھ گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ آسمان کس جگہ پر واقع ہے جس کی طرف مسیح کا صعود ہوا۔ سب سے قریب ستارہ الفا سنٹوری زمین سے ۲ نیلم٭ میل کے فاصلہ پر واقع ہے کیا مسیح ایک انسانی جسم کے ساتھ اتنی دُور چلا گیا۔ ستاروں کے درمیان جو جگہ واقع ہے وہ ایسی سخت سرد ہے کہ اُس کے مقابل میں یخ آگ کے شعلوں سے بھی زیادہ گرم ہے۔ ایسی قاتل سردی میں مسیح کس طرح اپنے تئیں گرم رکھ سکتا اگر صلیب کے ذریعہ وہ موت تک نہیں پہنچ سکتا تھا تو کیا ایسی سردی میں وہ منجمد نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر سوال یہ ہے کہ اس لمبے سفر میں اُس نے خوراک کس طرح مہیا کی؟ اور آخر اپنے انسانی جسم کو کیا کیا؟ کیا کسی نے اسکو آسمان پر چڑھتے ہوئے دیکھا بھی تھا؟ اس قسم کی چڑھائی کے لئے ضروری تھا کہ کم از کم اُس کی کوئی شہادت موجود ہوتی۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ آیا کوئی شہادت موجود ہے۔ متی نے تو مسیح کے آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اسی طرح یوحنا نے بھی اس واقعہ کا کوئی حال بیان نہیں کیا۔ مرقس کی وہ

٭ ۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ میل

ورس جس میں آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہے اسکی نسبت یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ جعلی ہے۔ لوقا صرف ایک ورس میں اس کا ذکر کرتا ہے مگر وہ رویت کا گواہ نہیں ہے۔ اس واقعہ کی نسبت کسی ایسے آدمی نے جو اُسوقت موجود تھا۔ ایک لفظ بھی اپنے مُنہ سے نہیں نکالا۔ مسیحیت ایک ایسی عمارت ہے جسکی بنیاد سُنی سنائی اور فرضی باتوں اور دھوکہ پر ہے۔"

یہودیوں میں جو قربانیوں کا رواج تھا اُس کا ذکر کرنے کے بعد صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

"ابتدائی صدیوں کے مسیحیوں میں قربانی کے مسئلہ نے ایک نیا رنگ اختیار کیا مسیح ایک ایسا برّہ ٹھہرا جو قربان کیا گیا۔ اُس کا خون تمام بنی آدم کے لئے کفارہ ہو گیا۔ اسلیئے اب زیادہ خون بہانے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ خدا (باپ) کی غرض پوری ہو چکی ہے۔ اُس نے بے گناہ مسیح کی موت کو گناہ گار دنیا کے گناہوں کے بدلے میں قبول کر لیا ہے۔ مسیح کی موت کے بعد جو بے گناہ تھا خدا نے نہایت ہی کمینہ گناہ گار پر مہربانی کے ساتھ نظر کی۔ ایک دنیا جو ہلاکت کی سزاوار تھی بچ گئی کیونکہ ایسا شخص جو کسی سزا کا سزاوار نہ تھا قتل کیا گیا۔ یہ ہے مسیحیوں کا مسئلہ کفارہ کیا یہ کفارہ انصاف پر مبنی ہے۔ اور کیا یہ درست ہے؟ کیا وجہ ہے کہ خدا نیکوں کو سزا دے اور بدوں کو انعام۔ مسیحی بزرگ اسکی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ ضروری تھا کہ خدا کا انصاف پورا ہو۔ مگر سوال یہ ہے کہ بے گناہ کی موت خدا کے انصاف کو کسطرح پورا کر سکتی ہے۔ اگر یہ ضروری تھا کہ دنیا کو سزا دیجائے تو انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ جو سزا کا مستحق ہے اُسکو سزا دیجاوے۔ یہ کیسا انصاف ہے کہ مجرم کو چھوڑ دیا جاوے اور اُسکے بدلے میں ایک بے گناہ کو سزا دیجاوے۔ ایک بے گناہ انسان کو دوسروں کے گناہوں کی سزا میں قتل کرنا سخت بے انصافی ہے۔ خدا کا انصاف بے انصافی کے ذریعہ کسطرح پورا ہو سکتا تھا۔ اور انصاف اور بے انصافی میں تطبیق کرنے کے لیئے اور بھی زیادہ بے انصافی کرنیکی کیوں ضرورت پیش آئی؟"

"اگر مسیح کے قاتل صلیب دینے سے پہلے مجرم تھے تو کیا جب تک وہ اور جرم نہ کر لیتے خدا اُنکو معاف نہ کر سکتا تھا۔ کیا خدا اُسی وقت گناہ معاف کرنیکے قابل ہو سکتا تھا جب کہ ایک اور جرم کا ارتکاب کیا جاتا۔ یعنی یہودی مسیح کے قتل کے مرتکب ہوتے۔ کیا جرموں کی معافی کے لیئے جرم کا ارتکاب لازمی تھا۔ کیا جبتک یہودی مسیح کے قتل کے جرم کا ارتکاب نہ کر لیتے دنیا کے گناہ معاف نہ ہو سکتے تھے؟ ایسے عقیدہ کو کس طرح انصاف پر مبنی کہا جا سکتا ہے جسکے رو سے بے گناہوں کو سزا ملے اور مجرموں کو انعام۔ مسٹر جونز ایک انسان کو قتل کرتا ہے۔ اور قانون اُسکو بری کرتا ہے۔ اور جونز کے جرم کے بدلے میں حکام مسٹر سمتھ کو پھانسی پر چڑھاتے ہیں۔ کیا یہ انصاف ہے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مسیحیت کے رُو سے خدا نے مسیح سے قربانی طلب کی۔ اور یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح خدا تھا۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ قربانی بھی خدا کے ہی آگے کی گئی۔ پس کفارہ کے مسئلہ کے رو سے خدا نے اپنے انصاف کو پورا کرنیکے لیئے اپنے ہی آگے اپنی ہی قربانی کی۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی غیر معقول بات وہم میں آ سکتی ہے۔ اور یہ سب کچھ دنیا کو ایک ایسے دوزخ کی آگ سے بچانیکے لیئے کیا گیا جو خود خدا نے ہی بنایا تھا۔ اب غور کرو۔ کیا یہ عقیدہ رکھنا کوئی عقلمندی ہے کہ خدا نے خود ہی پہلے دوزخ بنایا اور پھر دنیا کو اُس سے نجات دینے کے لیئے اپنے آپ پر موت وارد کر لی۔ کیا ایسا غیر معقول فعل خدا کی طرف منسوب ہو سکتا ہے؟ اور پھر اس پر طرفہ یہ کہ اسقدر کارروائی کے بعد بھی دنیا نے نجات حاصل نہیں کی۔ صرف وہی لوگ نجات پا سکتے ہیں جو اس قسم کے کفارہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو لوگ اس عقیدہ کو انسانی عقل و فطرت کے مخالف پا کر ترک کر دیتے ہیں اُنکے لیئے ایک ایسا عذاب تجویز کیا گیا ہے جو ابدالآباد تک رہے گا اور کبھی بھی اُس کا خاتمہ نہ ہوگا کیا اپنی فطرت کے مطابق ایمان رکھنا اور خلاف فطرت باتوں کو ترک کرنا بھی کوئی جرم ہے"

"صدہا سال تک مذہب کی وجہ سے دنیا کو طرح طرح کے خوفناک عذابوں میں ڈالا گیا۔

اور مذہب کی خاطر دیوانہ وار جنگ وجدال کا بازار گرم رکھا گیا۔ غور کرو۔ لاکھوں آدمیوں کے گھر تباہ کیئے گئے اور لاکھوں چہرے خون کے آنسوؤں سے آلودہ کیئے گئے بغرض مسیحیت نے زمین پر ہی دنیا کو جہنّم کا مزہ چکھادیا مگر وہ اس زمین کو جہنّم بناکر بھی ابھی خوش نہیں ہوئی اور وہ پیشگوئی کرتی ہے کہ آنیوالے عالم میں بھی دنیا کے لیئے ایک غیر منقطع عذاب انتظار کررہا ہے" داسلیئے کہ دنیا نے مسیح کے کفّارہ کو خلاف فطرت اور خلاف عقل پاکر اسپر ایمان لانے سے انکار کیا ہے۔ ایڈیٹر)

"مسیحیت میں کچھ خرابی ضرور ہے اور وہ خرابی صرف یہی ہے کہ یہ سچّا مذہب نہیں۔ اسکا تثلیث فی التوحید کا عقیدہ نادان مُلّاؤں کی ایجاد ہے۔ اسکے اصول خدا سے اُسکی خدائی صفات چھین کر اُسکو ایک بے رحم ظالم کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اسکے عقاید مشرقی قصّے ہیں جو یہودی قوم کے وجود میں آنے سے پہلے ہی ایک پُرانی چادر کی طرح بیکار ہوچکے تھے۔ اس کا مسئلہ کفارہ لغویت، اور بے انصافی کا نچوڑ ہے۔ مسیح کا جی اُٹھنا اور آسمانوں پر چڑھ جانا۔ اس قسم کے افسانے پہلے ہی مشرقی قوموں میں عام طور پر مروّج اور مشہور تھے۔ آخرت میں غیر منقطع عذاب کا عقیدہ بچارے حد سے زیادہ جوشیلے مسیحیوں کا ایک خواب ہے۔ اگر مسیح اس دنیا میں گذرا ہے تو وہ صرف ایک بشر تھا۔ اگر وہ بشر نہ تھا تو پھر مسیح ایک خیالی وجود کا نام ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ موجودہ مسیحی مذہب جھگڑالو مُلّاؤں کے دماغوں سے پیدا ہُوا۔ اور اسکا غلبہ دنیا کے لیئے ایک مصیبت ثابت ہُوا۔ اگر اب دنیا دانائی اور رحمدلی اور اخلاق میں ترقی کررہی ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مسیحیت اسکے دماغ سے مٹ رہی ہے"

جو شخص مسٹر گاڈن صاحب کی مندرجہ بالا تحریر کو انصاف کی نظر سے دیکھے گا وہ ضرور یہ اقرار کریگا کہ صاحب موصوف نے مسیح کے صلیب سے زندہ بچنے اور مسئلہ کفارہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ایسا معقول ہے کہ کسی مسیحی میں طاقت نہیں کہ اسکی تردید کرسکے۔ اس نے صلیب کے واقعہ اور مسئلہ کفارہ کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ ہو بہو وہی ہے جسکی سلسلہ احمدیہ خدا کے مسیحؑ کی بتائی ہوئی راہ پر قدم مارکر تبلیغ کررہا ہے۔ نیک دل لوگ اس تعلیم کو خوشی کے ساتھ لبّیک کہ رہے ہیں اور صحیح الفطرت انسان اسکو خندہ پیشانی

کے ساتھ قبول کر رہے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کے فرشتے دُور دراز ملکوں میں سعید روحوں کے اندر تحریک کر رہے اور اُن کو سلسلہ احمدیہ کی تعلیم کے قبول کرنے کے لئے مستعد کر رہے ہیں اب وقت آگیا ہے کہ حق ظاہر ہو اور باطل کا بطلان دنیا پر کھل جائے۔ پادری صاحبان ہزار کوشش کریں اب روئے زمین پر حق کی طرف ایک ایسی رَو چلنی شروع ہو گئی ہے کہ کوئی انسانی کوشش اُسکو روک نہیں سکتی۔ پادری صاحبان تو گھر سے نکلکر بیرونی دنیا کو مسیحیت کی طرف لانے کے لئے طرح طرح کے حیلے اور رنگ برنگ کی کوششیں کر رہے ہیں مگر ان بچاروں کو خبر نہیں کہ گھر میں مسیحیت کا کیا حال ہو رہا ہے۔ کس طرح خود مسیحی دنیا اب مسیحیت سے متنفّر ہو رہی ہے اور عقلمند لوگ کس طرح کے زبردست حملے مسیحیت پر کر رہے ہیں جنکے آگے ہرگز مسیحیت ٹھہر نہیں سکتی۔ اب پادری صاحبان کو چاہیئے کہ غیر ملکوں کی فکر چھوڑکر اپنے گھر کی خبر لیں کہ خود اُنکے گھر میں آگ لگ گئی ہے پہلے اپنے گھر کو بچائیں پھر غیروں کو نجات کی طرف بلائیں۔ کیا جن مسیحی ممالک میں مسٹر گاون جیسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں وہاں مسیحیت کو مدّت تک بقا حاصل رہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ سچّائی کے حملے بہت زبردست ہوتے ہیں۔ اور حق کا ایک ہی دھکّا باطل کو بنیاد سے اکھیڑکر پھینک دیتا ہے۔ سچّائی ایک آن میں سعید فطرتوں پر ایک برقی اثر پیدا کرتی ہو اور باطل کی سالہا سال کی ظلمت کو ایک لمحہ میں دُور کر دیتی ہے۔ ہم خدا کے فضل سے اُمید کرتے ہیں کہ جو لوگ محض حق پسندی کی خاطر اپنے آبائی مذہب سے سخت متنفّر ہو رہے ہیں۔ جب یہ لوگ اسلام کی سچّائی سے آگاہ ہونگے تو پیاسوں کی طرح اسکی طرف دوڑیں گے اور ایسے شوق اور ایسی محبت کے ساتھ اسکو گلے لگائیں گے جس طرح ایک انسان ایک ایسے عزیز کو گلے لگاتا ہے جو سالہا سال سے مفقود الخبر ہو یہانتک کہ اُس کی زندگی سے بھی لوگ مایوس ہو چکے ہوں اور آخر وہ اچانک اپنے گھر میں آموجود ہو ؂

مسیحی کلیسا کی راہ میں مشکلات

مرقومہ جے۔ پارکنس
(شہر بلفاسٹ - ملک آئرلینڈ)

بعض لوگ یہ سُنکر تعجب کرینگے کہ ہیں! مسیحی کلیسا اور مشکلات ؟ مسیحی کلیسا تو ایک ایسے مسیح کی پیروی کا دعویٰ کرتی ہے جو خدا اور خدا کا بیٹا تھا اور اس کا سارا دارومدار الہام الٰہی پر ہے۔ پھر وہ کونسے مشکلات ہیں جن کا مسیحی کلیسا کو سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ تو بالکل ناممکن ہے۔ مسیح کلیسا میں تو روح القدس کام کر رہا ہے اور خدا کا فضل اسکے ساتھ ہے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ اسکی راہ میں کوئی ایسے مشکلات واقع ہوں جن کا دور کرنا اسکے لیئے مشکل ہو؟

مگر خواہ کچھ ہی ہو۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ مسیحی کلیسا کی راہ میں ایسے سخت مشکلات آگئے ہیں جن سے خود کلیسا کی زندگی معرض خطر میں ہوگئی ہے۔ مسیحیت کے لیئے یہ زمانہ ایک نہایت ہی نازک زمانہ ہے اور یہ مشکلات آج ہی پیدا نہیں ہوئے بلکہ انکا آغاز ایک مدت سے پہلے ہو چکا تھا۔ یہ مشکلات رفتار زمانہ کے سبب پیدا ہو گئے ہیں۔ انسان ترقی کر رہا ہے اور علم و ہنر عروج پر ہے۔ تعلیم پھیل رہی ہے۔ روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ لوگوں کی عقل اور فطرت جاگ اٹھی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ مسیحیت مشکلات میں پڑ گئی ہے اور یہ مشکلات اب ایک ایسے نکتہ تک پہنچ گئے ہیں کہ مسیحیت اب زیادہ دیر تک انکو نظر انداز نہیں کر سکتی۔

اب لوگ تعلیم کی اُس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ مسیحی کلیسا کے مسائل انکی نظروں میں قبولیت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ لوگوں نے مسیحیت کے عقائد سے روگردانی اختیار کر لی ہے اور اُنکے دلوں میں ان عقائد کی نسبت نفرت اور حقارت پیدا ہوگئی ہے۔ اور جب ان لوگوں کے سامنے مسیحی اصول کا ذکر ہوتا ہے تو وہ

انپر ہنسی اُڑاتے ہیں۔ اگر ایک شخص اپنے باپ کے مذہب پر اور اُس مذہب پر جسپر خود پہلے کاربند رہ چکا ہے ہنسی اُڑائے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اب وہ اُس کو ہمیشہ کے لیئے خیرباد کہہ چکا ہے۔

گرجاؤں کے پادریوں کا اب قوم پر کوئی اثر نہیں۔ اور نہ اور۔ خود گرجاؤں میں جانیوالے لوگوں پر بھی اُن کا کوئی اثر نہیں۔ لوگ اپنے روحانی رہنماؤں کی بات کو بھی بغیر ردّ وکد کے قبول کرنے کے لیئے تیار نہیں ہیں۔ جب پادری لوگ گرجا کی پلیٹ فارم پر کھڑے ہوکر موروثی گناہ۔ کفّارہ۔ خدا کے تجسّم۔ اور مسیح کے مردوں سے جی اُٹھنے کا ذکر کرتے ہیں۔ تو لوگ ان باتوں کو شنکر مسکراتے ہیں۔ آجکل کوئی ثقہ آدمی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ انسان کی نجات کے سلسلہ میں مسیح کے خون کو بھی کچھ دخل ہے۔ یہ خیال کہ خدا کا بیٹا مصلوب ہُوا۔ اب مدرسوں کے طلباء بھی ایسے بچّوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔

تعلیم کا ایک نتیجہ یہ ہُوا ہے کہ عام لوگ بھی اس امر سے آگاہ ہوگئے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں مسیحی کلیسیا ہمیشہ کُبرا یعنی بڑے لوگوں کی طرفدار رہی ہے اور اُس نے ہمیشہ ترقی کی مخالفت کی ہے۔ کبھی اُس نے عام لوگوں کا ساتھ نہیں دیا اور نہ کبھی ترقی اور علم اور تہذیب کی حمایت کی ہے جو باتیں اخلاقی اور تمدنی طور پر عام لوگوں کی بہبودی اور آزادی کی ممد ہیں اُن کی کلیسیا ہمیشہ دشمن رہی ہے۔ اُس نے نہ صرف جہالت اور وہم پرستی کو بڑھایا بلکہ اسکا گذارہ ہی جاہل اور وہم پرست لوگوں کی فیاضی پر رہا ہے دوسرے لوگ محنت کرتے تھے۔ گرجا کے مقدّس لوگ بے کار رہ کر اپنا وقت ضائع کرتے۔ دوسرے لوگ بھوکے رہتے اور یہ لوگ گلچھرے اُڑاتے۔ اپنے عروج اور طاقت کے دنوں میں کلیسیا۔ لوگوں کی کانشنس کو زنجیروں میں جکڑتی اور انسانی آزادی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالتی۔ لیکن آخر انسانی عقل کلیسیا پر غالب آگئی۔ کلیسیا لوگوں کے خیالات کو قتل کرنے میں ناکام رہی۔ اُس نے ترقی میں التوا تو ڈالدیا مگر اُس کو روک نہ سکی۔ خیالات کبھی مر نہیں سکتے۔ اگرچہ آبادی بڑھ رہی ہے مگر گرجاؤں کے ممبروں کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے۔ اور ان ممبروں میں سے جو لوگ گرجوں میں ساتویں دن حاضر ہوتے ہیں اُن کی تعداد اور بھی کم ہوتی ہے۔ لوگ گرجاؤں کی کرسیوں کو اب تک

کر رہے ہیں۔

اب ایک سوال کلیسیا کے سامنے یہ ہے کہ کس طرح موجودہ ممبروں کی تعداد کو قائم رکھا جاوے اور اگر ممکن ہو تو اس تعداد کے بڑھانے کی کوشش کیجاوے اور نیز کیا تجویز کیجاوے کہ ممبر صرف برائے نام ممبر نہ ہوں بلکہ گرجا میں حاضر بھی ہوا کریں۔ جو لوگ چھوٹے قصبوں اور دیہات میں رہتے ہیں وہ کھیتوں اور وادیوں کو گرجا پر ترجیح دیتے ہیں اور جو لوگ شہروں اور بڑے بڑے قصبوں میں بود و باش رکھتے ہیں انکو باغوں میں ٹہلنا اور تازہ ہوا کھانا زیادہ پسند آتا ہے بہ نسبت اسکے کہ گرجاؤں میں اکٹھے ہو کر پادریوں کے وعظوں کو سنیں جنکے عقائد پر اب انکو ایمان نہیں رہا۔ پبلک کو گھروں سے گرجا کی طرف کھینچنے کے لیئے قسم قسم کے حیلے برتے جاتے ہیں۔ مثلاً باجا بجانا تھیٹر پر خوشی کے سامان مہیا کرنا۔ گیت گانا وغیرہ مگر یہ سب تدبیریں بالکل بے فائدہ ثابت ہوئی ہیں۔ باوجود ان تمام تدبیروں کے گرجاؤں میں کرسیاں خالی پڑی رہتی ہیں اور ممبروں کی تعداد گھٹتی جاتی ہے۔ اور جو لوگ گرجاؤں میں جاتے بھی ہیں وہ بھی زیادہ تر اس وجہ سے جاتے ہیں کہ گرجاؤں میں جانا بھی ایک حد تک فیشن میں داخل ہے۔ گرجے کی حاضری اب مذہبی فرض نہیں سمجھا جاتا بلکہ ایک رواج کی بات رہ گئی ہے۔

بائیبل بھی اب اپنی الہامی حیثیت کھو چکی ہے۔ اب گرجاؤں کے پادریوں کی نظر سے بھی یہ کتاب گر چکی ہے پہلے اسکی نسبت یہ عقیدہ رکھا جاتا تھا کہ یہ ایک محفوظ کتاب ہے جو تمام غلطیوں سے پاک ہے لیکن اب یہ عقیدہ متروک ہو چکا ہے ۔ یہ کتاب اختلافات اور اغلاط سے پُر ہے اور نہ صرف علمی غلطیاں اس میں جا بجا پائی جاتی ہیں بلکہ تاریخی غلطیاں بھی اُس میں بے شمار ہیں۔ وہ مختلف گمنام مصنفوں کی تحریروں کا ایک مجموعہ ہے۔ پہلے یہ جائز نہیں سمجھا جاتا تھا کہ اسپر کوئی نکتہ چینی کیجائے مگر اب اسپر کھلے دل سے نکتہ چینی کی جاتی ہے اور محققین نے اب اسکو نکتہ چینی کی مقراض کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اب کلیسیا کی شوکت جاتی رہی ہے۔ بے شک اب بھی کلیسیا موجود ہے مگر اب یہ صرف لنگڑے کی لکڑی کے سہارے چل رہی ہے۔ اب بائیبل

کی زیادہ سے زیادہ یہ حیثیت باقی رہ گئی ہے کہ یہ ایک قوم کی تاریخ کا محض ایک خاکہ ہے اور وہ خاکہ بھی صحیح نہیں بلکہ اُس میں کئی غلطیاں ہیں۔ بائیبل کی پہلی پانچ کتابیں جو موسیٰؑ کی کتابیں کہلاتی ہیں۔ اب اُنکو موسیٰؑ کی تالیف نہیں سمجھا جاتا بلکہ اُنکی نسبت یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ یہ بہت سے ہاتھوں اور بہت سے مختلف خیالات کا نتیجہ ہیں۔ پہلی پانچ کتابوں کے دو بڑے سرچشمے ہیں ایک کو ایلوہسٹک کہتے ہیں اور دوسرے کو یہوسٹک اور محققین نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ بائیبل کا ایک بڑا حصہ بابل کے بادشاہ ہمارابی کے قانون سے اخذ کیا گیا ہے جو عبرانیوں کی کتابوں کی تالیف سے ایک ہزار سال پہلے گذرا ہے۔

یسعیاہ جو پُرانی تحریروں میں سے سب سے زیادہ دلچسپ ہے غالباً چار مختلف انسانوں کے اقوال اور تحریروں کا بقیہ ہے۔

نیا عہدنامہ۔ علمی تحقیقات کا ایک عرصہ تک مقابلہ کرتا رہا۔ مسیحی محققین نے سب سے اوّل پُرانے عہدنامہ کی تحقیقات شروع کی۔ اور اُسکی حقیقت کو فاش کرنا شروع کیا۔ مگر چونکہ نئے عہدنامہ کو پُرانے عہدنامہ کی نسبت زیادہ مقدّس سمجھا جاتا تھا اسلیئے کچھ مدت تک تو محققین اُسکے قریب آنے سے ڈرتے رہے۔ مگر جوں جوں تعلیم بڑھتی گئی نئے عہدنامہ کی تقدیس کا خیال لوگوں کے دلوں سے نکلنا شروع ہوگیا۔ اور پھر آخر نئے عہدنامہ کے چیرنے پھاڑنے کے لیئے بھی اسی طرح تحقیق کے چاقو سے کام لیا گیا جس طرح کہ پُرانے عہدنامہ کی تشریح میں اُس سے کام لیا گیا تھا۔ اور اس تحقیق کا نتیجہ یہ ہُوا کہ مسیحی مذہب کی بنیاد بالکل کھوکھلی کردی گئی ہے اور مسیحیت کی ساری عمارت اب گر کر کھنڈر بن رہی ہے۔ اب یہ دعویٰ بالکل باطل ثابت ہوگیا ہے کہ مسیحی مذہب کسی تاریخی بنیاد پر کھڑا ہے۔ اور اُسکے عقائد اب افسانوں کی فہرست میں داخل کیئے گئے ہیں۔ وان مینن جے۔ ایم رابرٹسن پروفیسر سمتھ۔ پروفیسر ڈریوز وغیرہم نے مسیحی مذہب کو مشرق و مغرب کی متھالوجی کے ساتھ برابر کرکے دکھا دیا ہے۔

مسیحیت کو ترازو میں تولا گیا ہے اور وہ ناقص ثابت ہوئی ہے۔ جو معجزات

مسیحیت نے مسیح کی طرف منسوب کیئے ہیں وہ محض قصے کہانیاں ہیں اور اس قسم کے قصے مشرق کے سورج دیوتاؤں کی نسبت بہت بیان کیئے جاتے تھے۔ مسیحیت کے وجود سے پہلے ہی یہ قصے ایشیا اور یورپ کے مذہبی سلسلوں میں مروّج تھے۔

مسیحیت نے اُن مذاہب کے اعتقادات اور اصول کو جو اُس کے پیدا ہونے کیوقت موجود تھے مٹایا نہیں بلکہ اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔ اور انکی اخلاقی تعلیم اُن کے افسانوں اور اُنکے رسوم مذہبی کو اپنے اندر شامل کر لیا ہے اور یہ اُن مذاہب کی ایک معجون مرکب ہے جو اُس کی پیدائیش کے وقت موجود تھے۔

یورپ میں روشنی اور علم و ہنر کا زمانہ جب کہ پراٹسٹنٹ مذہب کی بنیاد ڈالی گئی اور پوپ کی طاقت کمزور ہوگئی مسیحیت کی بدولت شروع نہیں ہُوا بلکہ اسکی وجہ بیرونی تہذیب کے اثر تھے اور ان اثروں میں سب سے بڑا اثر اسلام کا تھا جسکی تہذیب اُسوقت دنیا میں اوّل درجہ کی تہذیب تھی۔ ان دونوں مذہبوں کی مخالفت نے انکے پیروؤں کو صلیبی جنگوں کی تقریب پر ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کا موقعہ دیا۔ اور اُسوقت مسیحیوں نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ اسلام کی تہذیب۔ اسلام کی مذہبی آزادی اور اسلام کی تمدنی۔ اور ملکی حالت مسیحیت سے بڑھی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ملنے سے مسیحیوں کے خیالات میں ایک وسعت پیدا ہوگئی اور اسکا نتیجہ یہ ہُوا کہ یورپ نے پوپ کے تحکم سے آزادی حاصل کر لی اور پراٹسٹنٹ مذہب کی بنیاد پڑی۔ اور یورپ ملکی اور مذہبی معاملات میں پہلے کی نسبت زیادہ آزاد ہوگیا۔ اور یورپ کی پراٹسٹنٹ اقوام اُن راہوں کی طرف متوجہ ہوئیں جو ترقی اور عروج کی راہیں ہیں۔

پراٹسٹنٹ مذہب میں بائیبل کے مطالعہ کے لیئے زیادہ آزادی حاصل ہوگئی اور ہر ایک شخص کو یہ حق حاصل ہوگیا کہ وہ اپنی سمجھ کے مطابق بائیبل کی عبارتوں کا ترجمہ کرے۔ اسلیئے اب تحقیق کی راہ کھل گئی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ہر ایک نسل پہلی نسل سے زیادہ آزاد خیال اور حق پسند ہوگئی اور جس قسم کی مسیحیت پر

ہمارے آباؤ اجداد کاربند تھے یا تو وہ بالکل بدل گئی یا اُس کی ایسی بیخکنی کی گئی کہ اب وہ گرنے کو تیار ہے۔ اس کارروائی کو بعض مسیحی الہامی تکمیل کے نام سے تعبیر کرتے ہیں یعنی ہر زمانہ میں جو مسیحی مذہب میں تغیرات واقع ہو رہے ہیں اور عقائد و اصول نیا رنگ اختیار کر رہے ہیں یہ سب کچھ الٰہی رہنمائی کے ذریعہ ہو رہا ہے اور مذہب کے عقائد زمانہ کے نئے حالات کے مطابق بدل رہے ہیں۔

آجکل مسیحی مذہب کی حالت ایسی ہو رہی ہے کہ اب مسیحیت کی تعریف محال ہو گئی ہے یعنی عقائد اور اصول میں اس قدر اختلاف ہو گیا ہے کہ اب یہ کہنا مشکل ہو گیا ہے کہ مسیحیت کس چیز کا نام ہے کیونکہ کوئی ایسا اصول نہیں جو مسیحیت کے تمام فرقوں میں مشترک سمجھا جا سکے۔ پراٹسٹنٹ مذہب ہی کو لو اُس میں سینکڑوں نئے نئے فرقے قائم ہو گئے ہیں۔ اور سینکڑوں مختلف قسم کے عقائد اور اصول اختیار کیے گئے ہیں۔ ایک مکتی فوج اور پلے منتھ برادران کا فرقہ ہے جو اب بھی بائیبل کو لفظ بلفظ خدا کا کلام کہتے ہیں اور اسکو ہر ایک قسم کے نقص۔ عیب اور غلطی سے پاک یقین کرتے ہیں موروثی گناہ۔ خدا کے تجسم۔ مسیح کے مردوں سے جی اٹھنے اور نجات فضل سے ہے وغیرہ عقائد پر ایمان رکھتے ہیں دوسرے یونی ٹے ری ان فرقہ کے مسیحی ہیں جو مسیح کو صرف ایک انسان سمجھتے ہیں جو اخلاقی تعلیم دینے والا۔ اور ایک مذہب کا بانی اور بنی آدم کے لیئے ایک نمونہ تھا۔

مسیحیت کی جو حالت اوپر بیان کی گئی ہے مغربی ممالک میں اس کا عام طور پر لوگوں کو علم ہو چکا ہے اور مغربی دنیا مسیحیت کی اس ناقابل اطمینان حالت سے بخوبی آگاہ ہے اور اب وقت ہے کہ مشرق میں بھی یہ حالات عام طور پر معلوم ہوں یورپ و امریکہ میں تو اب مسیحیت کو شکست مل رہی ہے اسلیئے مسیحی مشنری اس بات کی کوشش میں ہیں کہ ایشیا و افریقہ میں مسیحیت کو پھیلائیں تاکہ جو کمی مسیحی ممالک میں واقع ہو رہی ہے۔ غیر ممالک میں اُسکی تلافی ہو جاوے۔ جب ایشیا اور افریقہ کے باشندوں کو اس امر کا علم ہو جائیگا کہ مسیحیت کو خود مسیحی قومیں ترک کر رہی ہیں

اور اُس میں اب یہ طاقت نہیں کہ لوگوں کی رہبری کرے اور اُنپر اپنا اثر قائم رکھے اور یہ کہ جو جو حملے مغربی ممالک میں مسیحیت پر کیئے جا رہے ہیں مسیحیت انکا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے تو اسوقت مشرقی ممالک میں بھی مسیحیت کو ناکامی حاصل ہوگی۔ جب ایشیا اور افریقہ کے لوگ یہ معلوم کرینگے کہ جن عقائد اور اصول کی طرف مسیحی مشنری اُنکو بلاتے ہیں خود مسیحی لوگ اُن عقائد سے بیزار ہو رہے ہیں اور یہ کہ علمی نکتہ چینی نے مسیحی صاحبان کو مشکلات میں ڈال رکھا ہے تو پھر مسیحی مشنوں کا تمام کارخانہ درہم برہم ہو جائیگا۔ اور کوئی سمجھدار آدمی ایسے سلسلہ میں داخل ہونا پسند نہیں کریگا جسکے اصول کو اہل علم رد کر رہے ہیں۔

سچائی کی صبح کا ستارہ اب مشرقی مطلع پر نمودار ہو گیا ہے اور ایک نئے زمانہ کی پو پھٹ رہی ہے۔ وہم پرستی اور ضلالت مٹ رہی ہیں۔ رات اور ظلمت کے ساتھ اُنکا بھی خاتمہ ہو رہا ہے۔ ہر ایک دس سال کے عرصہ کے بعد ایک نیا پہلو اختیار کیا جا رہا ہے۔ آج کی مسیحیت وہ مسیحیت نہیں رہی جو آج سے ایک سو سال پہلے تھی۔ جیسا کہ اٹھارویں صدی کی مسیحیت وہ مسیحیت نہیں تھی جو زمانہ وسطی میں تھی۔ لیکن اگرچہ کلیسیا نے کسی قدر آگے قدم بڑھایا ہے مگر تاہم وہ باقی دنیا سے ابھی کئی سو سال پیچھے ہے۔ اسلیئے ہر ایک سال لوگ اسکا ساتھ چھوڑتے جاتے ہیں اور سمجھدار آدمی یکے بعد دیگرے اسکے جھنڈے سے الگ ہو کر صفِ اوّل میں شامل ہو رہے ہیں۔ مسیحی کلیسیا کی راہ میں یہ ایسی مشکلات ہیں جنکا حل کرنا اُسکے لیئے محال ہے۔ ضروری ہے کہ حق کی فتح ہو اور باطل شکست کھا کر بھاگ جائے۔ خدا کی چکی آہستہ آہستہ پیستی ہے مگر پیستی ضرور ہے ؎

اِسلام محمد خلیل الرحمٰن صاحب احمدی بنارس کا لیکچر جو انہوں نے بمقام کراکت دیا تھا۔ مولوی عبدالعزیز صاحب احمدی محلہ انصاریاں۔ سہارنپور نے چھپوا کر شائع کیا ہے۔ جسمیں اسلام کی تعلیم کو عقلی و نقلی دلائل سے پایۂ ثبوت کو پہنچایا گیا ہے کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو فطرت کے عین مطابق ہے۔ احباب تقسیم کرنیکے لیئے صرف محصولڈاک بھیجکر حسب ضرورت نسخے مولوی صاحب موصوف سے منگوالیں۔ یہ رسالہ ۱ر کو میاں محمد یٰسین تاجر کتب قادیان سے بھی مل سکتا ہے ؎

اسلام کی خصوصیات

[ترجمہ مضمون خواجہ کمال الدین صاحب جو انہوں نے ۱۹۔ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء کو چھٹی مذہبی کانگریس کے سامنے بمقام پیرس پڑھکر سنایا۔]

ایسے زمانہ میں جب یورپ جہالت اور ظلمت کے غلاف میں لپٹا ہوا تھا اسلام نے مغرب میں نور کی شعل کو روشن کیا۔ اور جن چند اسباب سے رفتہ رفتہ یورپ کی موجودہ ترقی اور تہذیب پیدا ہوئی اُن میں سے ایک سبب بلا ریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع بھی تھے۔ اگر اور سب باتوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے پھر بھی آپ لوگوں پر اسلام اور اہل اسلام کا یہی ایک احسان اس امر کے لیئے کافی وجہ ہے کہ آپ اسلام کے حق کو یاد رکھیں اور اُسکے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں۔ مگر یہ کیسے افسوس کی بات ہے کہ اگرچہ یورپ میں علم کا اسقدر چرچا ہے اور اس قدر کتابیں۔ رسالے اور اخبار شائع ہوتے ہیں پھر بھی اُس غلط بیانی اور جہالت کے بادل کو دور کرنے کے لیئے کوئی مناسب کوشش نہیں کی جاتی جو مغرب میں نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کے متعلق چھایا ہوا ہے آپ لوگ اس امر کے لیئے تو بالکل تیار ہیں کہ بحر منجمد جنوبی کے بھیانک اور اُجاڑ میدانوں کی تلاش میں اور قطب جنوبی تک پہنچنے کی سعی میں سینکڑوں جانیں اور لاکھوں روپیہ قربان کر دیں۔ لیکن تمھیں اس روحانی سمندر کی تحقیقات کی طرف ذرا توجہ نہیں جسکا اثر نوع انسان کے ایک بڑے حصہ کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالت پر پڑ رہا ہے۔ تاہم یہ ایک خوشی کی بات اور ایک عمدہ شگون ہے کہ تمھاری کانگریس ایک ایسا مذہب تجویز کرنا چاہتی ہے جو کُل دنیا کے لیئے ایک ہی ہو اور اُسکی یہ بھی خواہش ہے۔ کہ دنیا کے مختلف مذاہب اور متفرق فرقوں کے پیروؤں کے درمیان نیک تعلقات ہوں۔ لیکن کیا مختلف مذاہب کے درمیان ایک اوسط راہ ڈھونڈنے اور مذہبی خیالات کے متضاد اجزاء میں یگانگت پیدا کرنے کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ

کم از کم ایک ایسے مذہب کے متعلق صحیح حالات دریافت کیئے جائیں جو اسوقت ایک زندہ طاقت ہے اور لاکھوں ایسے انسانوں کے مہذب بنانے میں حصہ لے رہا ہے جو ابھی تک جہالت اور وحشت کی سطح پر کھڑے ہیں - یہ تمہاری بڑھی ہوئی تہذیب کے بالکل منافی ہے کہ اسلام کے متعلق تمہاری واقفیت صرف فاسد ذرائع سے ہو اور ایسے واعظوں کے ذریعہ سے جو اسلام کے مخالف ہیں - اور اس بارہ میں ہماری شکایت یہ نہیں کہ اسلام کے بارہ میں غلط فہمی ہوئی ہے یا اُس کا غلط مطلب بیان کیا گیا ہے یا اُس کا غلط ترجمہ کیا گیا ہے بلکہ ہمیں جس بات کا دکھ ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کے متعلق غلط بیانی کی گئی ہے اور عمداً غلط اطلاع دی گئی ہے - ایسی باتیں جو ہماری تعلیم اور ہمارے تمدن میں کوئی وجود نہیں رکھتیں اُنکو ہماری طرف منسوب کیا گیا ہے اور اسلام پر محض بے بنیاد الزام لگائے گئے ہیں - نہیں بلکہ وہ باتیں جن کو ہم اسلام کی خاص خوبیوں میں شمار کرتے ہیں اور جو سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں نہیں پائی جاتیں اُن سے اسلام کو خالی بیان کیا گیا ہے اور جن بدیوں کی بیخکنی کے لیئے اسلام آیا اور جن کو اُس نے جڑھ سے اُکھیڑ کر دکھا بھی دیا وہی اسلام پر تھوپی جاتی ہیں - کیا آج اس آزاد خیال کانگریس میں موحدانہ خیالات کی طرف تمہاری تقریروں کا رُخ نہیں ہے - پس کیا تمہیں اُس مذہب کے دائمی احسان کا اقرار نہیں کرنا چاہیئے - جو نہایت ہی کھلے اور واضح الفاظ میں خدا کی توحید اور تمام انسانوں کی مساوات کا وعظ کرنے میں سب مذاہب میں یگانہ ہے -

صاحبان! وقت کی کمی مجھے اجازت نہیں دیتی کہ میں اپنے مذہب کا ایک سرسری خاکہ بھی آپ صاحبان کے آگے پیش کروں مگر میں تمہاری مہربانی سے فائدہ اُٹھا کر چند ایسی باتیں بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں جو میری نظر میں صرف اسلام میں پائی جاتی ہیں اور دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتیں -

اسلام دوسرے مذاہب کو کس نظر سے دیکھتا ہے

قرآن شریف کی پہلی ہی آیت مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتی ہے کہ تمہارے خیالات غیر مذاہب کے متعلق نہایت ہی فیاضانہ ہونے چاہئیے۔ قریباً تمام وہ مذاہب جو اسلام سے پہلے پیدا ہوئے اگرچہ وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ ہماری بنا الہام الٰہی پر ہے مگر جو حیثیت قرآن شریف دوسرے مذاہب کو دیتا ہے انہوں نے یہ حیثیت غیر مذاہب کو نہیں دی۔ اُنکے رُو سے گویا دوسری قومیں ایسی ہیں جیسے ایک انسان کے سوتیلے بیٹے ہوتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ آسمانی باپ نے اُنکے پیدا ہونیکے بعد اُن سب کو بالکل فراموش کر دیا۔ اس تنگدلی کا یہ نتیجہ ہُوا کہ قوموں کے مابین نفرت اور حقارت پیدا ہو گئی اور خدا کی مخلوق کے مختلف رکنوں میں تفرقہ پڑ گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ لڑائیاں اور جنگ چھڑ گئے جن سے وہ تمام چیزیں جو انسانیت میں اعلیٰ اور ادنیٰ ہیں تباہ ہو گئیں۔ لیکن اسلام نے اس خیال کو جڑھ سے اُکھیڑ دیا۔ .. .. اسلام نے یہ تعلیم دی کہ ہر ایک قوم میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہادی آئے٭ قرآن شریف میں دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کا آغاز الہام سے ہونا تسلیم کیا گیا اور جو غلطیاں اُن میں بعد میں داخل ہو گئیں اُن کو حسب ضرورت بیان کیا گیا۔ قرآن شریف کی سورہ فاتحہ ان الفاظ کے ساتھ شروع ہوتی ہے الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین یعنی تمام حمد اور بڑائی اللہ کے لیئے ہے جو تمام جہان کا پیدا کرنے والا۔ قائم رکھنے والا اور پرورش کرنے والا ہے۔ کیا خدائے تعالیٰ کی جسمانی پرورش تمام انسانوں کے لیئے عام نہیں خواہ وہ کالے ہوں یا گورے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے روحانی انعامات کسی خاص قوم تک محدود رہے ہوں اور دوسری قومیں

٭ ولقد بعثنا فی کل اُمۃ رسولا ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت۔ (نحل - ۵)

انما انت منذر و لکل قوم ھاد (رعد - ۱)

انا ارسلنٰک بالحق بشیرا و نذیرا۔ و ان من اُمۃ الا خلا فیھا نذیر۔ (فاطر - ۳)

اُس سے بالکل محروم رہیں - اگر قدرت کی تمام چیزیں سب قوموں کی جسمانی ضروریات کو یکساں طور پر پورا کرنے کے لیئے پیدا کی گئی ہیں تو پھر سب قوموں کی روحانی ضروریات کا پورا کرنا بھی ایسا ہی ضروری تھا - اسلیئے خدائے تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید نے یہ اعلان کیا کہ دنیا کی مختلف قوموں کے تمام نبی خدائے تعالیٰ کی طرف سے تھے - اور وہ ایک ہی سرچشمہ سے نور اور ہدایت اپنے ساتھ لائے - اسلام نے کوئی نیا دین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا - بلکہ وہ دین کی تکمیل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے ٭ یہ آلٰہی قانونوں کی فرمانبرداری کا صیغہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت مسیح علیہ السلام تک بذریعہ الہام نازل ہوتا رہا (اور آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکی تکمیل ہوئی) اس بارہ میں قرآن شریف فرماتا ہے - قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھٖم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و الاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربہم ج لا نفرق بین احدٍ منہم ونحن لہٗ مسلمون (بقرہ - ۱۶) کہو! ایمان لائے ہم اللہ پر اور اُس وحی پر جو ہماری طرف اُتاری گئی اور اُس وحی پر جو ابراہیمؑ - اسمٰعیلؑ اسحاقؑ - یعقوبؑ اور اُس کی اولاد کی طرف اُتاری گئی - اور اُس وحی پر جو موسیٰؑ عیسیٰؑ - کو دی گئی اور اُس وحی پر جو تمام نبیوں کو اُنکے رب کی طرف سے دیگئی - ہم ان نبیوں میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے - اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں - اس آیۂ کریمہ کے رُو سے ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہونے کے علاوہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور دنیا کے تمام نبیوں کا غلام بن جاتا ہے اور سب کی وہ سچے دل سے عزت کرتا ہے - بے شک مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن شریف ہے مگر دوسری مقدس کتابوں پر بھی ایک مسلمان کا ایسا ہی حق ہے جیسا دوسری

٭ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا - (مائدہ - ۱)

قوموں کا۔

مذہب ایک عملی زندگی ہے

اسلام کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے پیروؤں کے آگے مذہب کی ایک جُدا حقیقت پیش کرتا ہے۔ اسلام رسوم اور آئین کو مذہب کی لازمی جزو نہیں ٹھہراتا۔ اسمیں ایسا کوئی رواج نہیں جیسا اصطباغ اور اعشائے ربانی کی رسم ہے۔ اسلام تو رہبانیت سکھاتا اور نہ خالص دنیا داری۔ یہ مذہب کو ایک سادہ عملی زندگی بنا دیتا ہے۔ اپنے ہر ایک قول اور فعل اور خیال میں ایک مسلمان کو اپنے مذہب کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اسلیئے اسلام روزانہ زندگی کے عملدرامد کے لیئے مختلف ہدائتیں اور دستور العمل بیان کرتا ہے۔ اور کیا ہماری روزانہ زندگی کا اثر ہماری روح اور اخلاق پر نہیں پڑتا؟ جو شخص روحانیت کو اعتدال پر لائے ہوئے اخلاق اور جذبات کا نتیجہ نہیں سمجھتا اُس نے انسانی فطرت کو نہیں سمجھا۔ اسلیئے ایک مسلمان کی روحانیت کا عمل صرف اُسوقت شروع نہیں ہوتا جبکہ وہ ایک عبادت خانہ کی چار دیواری میں داخل ہو اور نہ اُسکو اپنی روح کی ترقی کے لیئے مہینہ یا ہفتہ میں کسی خاص گھڑی کا منتظر رہنا پڑتا ہے۔ اُسکو یہ تعلیم دیگئی ہے کہ اُس کا ہر ایک فعل اور قول خواہ وہ کیسا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اور خواہ وہ بُرا ہو یا بھلا اُسکی زندگی پر ضرور ایک گہرا اثر ڈالتا ہے[۱] اور وہ اپنے اُس قول اور فعل کے لیئے اپنے علیم و خبیر خدا کے آگے جواب دِہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے رُو سے اسلام کا خلاصہ ایک لفظ میں بیان ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے تعظیم لامر اللہ وشفقت علیٰ خلق اللہ اور یہی دین ہے جو دنیا کا آیندہ مذہب بن سکتا ہے اور بننا چاہیئے۔ اسلام بعض ایمانیات کی بھی تعلیم دیتا ہے اور بعض اعمال کا بھی حکم دیتا ہے۔ ان کو ارکانِ اسلام کہتے ہیں۔ ان اعمال کا بجالانا لازمی ہے۔ کیونکہ

---

[۱] فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ ۵ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرًا یرہ ۵ (زلزال)

ایمانیات کے لیئے ضروری ہے کہ اُن کا نتیجہ عمل ہو۔ اور عمل کے بغیر انسان کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف کے رُو سے ظاہری آئین کوئی حقیقت نہیں رکھتے جب تک کہ اُنکے ساتھ ایمان صحیح اور اعمال صالحہ نہ ہوں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیّن واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب۔ واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصٰبرین فی البأساء والضراء وحین البأس ط اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون (بقرہ - ۲۲) نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق اور مغرب کی طرف مُنہ پھیرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان خدا پر۔ یوم آخرۃ پر۔ فرشتوں۔ الہامی کتابوں۔ اور نبیوں پر ایمان لائے اور خدا کی محبت کے ساتھ رشتہ داروں۔ یتیموں۔ مسکینوں۔ مسافروں۔ اور سائلوں کو مال دے اور گردنوں کے آزاد کرنے میں مال خرچ کرے۔ نماز کو قائم رکھے۔ زکوٰۃ ادا کرے اور جب عہد کریں تو ان عہدوں کو پورا کریں اور فقیری اور بیماری کی حالتیں اور لڑائی کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو راستباز ہیں اور یہی متقی ہیں۔

اسلامی عبادت

اس جگہ یہ بیان کرنا بیجا نہ ہوگا کہ اسلام میں خدائے تعالیٰ کی عبادت اور اُسکی تقدیس کے کیا معنے ہیں۔ اسلام کی تعلیم کے رُو سے خدا اس سے بلند ہے کہ وہ انسان کی عبادت کا محتاج ہو*۔ انسان کی اطاعت یا عدم اطاعت سے خدائے تعالیٰ کے جلال میں

* انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوٰۃ ط ومن تزکّی فانما یتزکّی لنفسہٖ ط والی اللہ المصیر ۞ (فاطر - ۳)
ومن یشکر فانما یشکر لنفسہٖ ج ومن کفر فان اللہ غنی حمید ۞ (لقمٰن - ۲)

کچھ کمی بیشی نہیں ہوتی وہ غنی اور حمید ہے اسلام کے رو سے اگر انسان خدائے تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتا ہے تو وہ خود پاک اور محمود بنایا جاتا ہے۔ اگر انسان خدا کی تقدیس کرتا ہے تو وہ خود مقدس بنایا جاتا ہے۔ عبادت کی بڑی غرض اُن اعلیٰ اور شریف قوتوں کو جو انسان کے اندر مخفی ہیں عملی رنگ میں ظاہر کرنا ہے۔ لیکن ایسا کرنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اُس خدا کی طرف سے جو ہمارے قویٰ کا پیدا کرنیوالا ہے بعض قانون اور ہدایتیں ہمیں بذریعہ الہام بتائی جائیں۔ اسلیئے ایسے قوانین اور ہدایات کی پابندی کرنا عبادت کے مفہوم میں داخل ہو گیا۔ نیز۔ انسان میں اطاعت اور فرمانبرداری کی روح پیدا کرنے کے لیئے بعض عقائد اور اعمال کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ خدائے تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو۔ اور خدائے تعالیٰ کے احکام کا منشاء یہ ہے کہ انسان میں آخر ایک نئی زندگی پیدا ہو۔ اسلیئے عام بول چال میں نماز۔ روزہ۔ اور ایسا ہی بعض اور کاموں کا کرنا عبادت کے نام سے مشہور ہے۔ خدائے تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح کی حقیقی غرض یہ ہے کہ انسان ترقی کرے اور اُس میں ایک تبدیلی پیدا ہو۔ جو شخص اپنے اندر تبدیلی نہیں کرتا وہ عبادت کی غرض کو نہیں سمجھتا۔ اسی طرح اگر اسلام خدا کی وحدانیت پر خاص زور دیتا ہے اور شرک کی بیخکنی کرتا ہے اسکی غرض بھی یہی ہے کہ انسان خدائے تعالیٰ ہی کو شریعت کا منبع ٹھہرائے چونکہ خدا ہی ہمارے قویٰ کا خالق اور اُن تمام چیزوں کا صانع حقیقی ہے جو انسانی ترقی میں مدد دینے کے لیئے پیدا کی گئی ہیں اسلیئے وہی ترقی کی حقیقی راہ ہمیں بتلا اور دکھا سکتا ہے اور وہی شریعت نازل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر انسان ایک سے زیادہ معبودوں کے آگے سر جھکائے تو ضرور ہے کہ الٰہی شریعت کی اطاعت میں فرق آئے۔ اسلیئے ایک واحد خدا پر ایمان لانا انسانی زندگی کی اصلاح و تربیت کے لیئے لازم ہے۔ علاوہ ازیں خدا کی وحدانیت کا عقیدہ دو ایسے امور کو قائم کرتا ہے جو ہماری تہذیب ترقی کے لیئے بطور بنیاد کے ہیں ایک انسانی مساوات دوسرا تمام کائنات کا انسان کے لیئے مسخر ہونا۔ اور انسان کے لیئے بطور خادم

کے ہونا۔ (مشرک انسان کائنات کی چیزوں کو اپنا مخدوم بلکہ معبود بناتا ہے) پہلا امر ہر ایک انسان کے لیئے یکساں طور پر ترقی کی راہ کھولتا ہے (ہر ایک شخص یہ جان لیتا ہے کہ میرے لیئے بھی ترقی کی راہ اسی طرح کھلی ہے جس طرح دوسرے انسانوں کے لیئے کھلی ہے) اور دوسرا امر علمی تحقیقات کی طرف رہنمائی کرتا ہے (جب انسان یہ جانتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں میری معبود اور مخدوم نہیں بلکہ میری خادم ہیں اور میری خدمت کے لیئے پیدا کی گئی ہیں تو وہ اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ ان چیزوں سے وہ اپنی ترقی کے لیئے کام لے اسلیئے وہ علمی تحقیقات میں لگ جاتا ہے اور ہوا۔ پانی اور دنیا کی دوسری چیزوں سے طرح طرح کے کام لینے کی سعی میں مصروف ہوتا ہے) قرآن شریف میں یہ دونوں امر صریح الفاظ میں بیان کیئے گئے ہیں اور انکو توحید کا ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔

اسلام۔ زندگی کا ایک کامل ضابطہ ہے۔

جب مذہب یا خدائے تعالیٰ کی عبادت ہماری ترقی کے ساتھ ایسا گہرا تعلق رکھتی ہے تو کیا یہ ضروری نہیں کہ ہماری رہنمائی کے لیئے قوانین اور ہدایات بھی ہوں۔ ہماری جسمانی حالتیں ہمارے اخلاق پر ایک گہرا اثر ڈالتی ہیں اور اعلیٰ اخلاق روحانیت کو پیدا کرتے ہیں۔ ہمارا علم اخلاق اور تمدن بھی ہماری روحانی ترقی میں بڑا حصہ لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم اپنے ارد گرد کی چیزوں کے بھی زیر اثر ہیں۔ جو لوگ ہمارے آس پاس ہوتے ہیں وہ بھی ہم پر اثر ڈالتے ہیں۔ انکے بغیر ہمارا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے یہ ضروری ہے کہ ہمارے پاس ایک کامل ضابطہ ہو جس میں ہماری باہمی تعلقات کے بارہ میں ہدایات ہوں۔ جو زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیئے موزوں ہوں اور ہماری کوششوں میں ہماری مدد ہوں۔ ایسی تربیت

اور تادیب کے بغیر روحانیت کا حاصل کرنا محال ہے۔ جو لوگ روحانیت کو ہمارے باہمی روزانہ تعلقات سے بالکل بے تعلق سمجھتے ہیں وہ اُسکی حقیقت سے بیخبر ہیں۔

اسلام نے اس فطرتی ضرورت کو بھی پورا کیا ہے اور یہ اسلام کی ایک اور خصوصیت ہے۔ اسلام ایسے قانون اور ہدایات مہیا کرتا ہے جو انسان کے تمام حالات کے لیئے موزون ہیں۔ انسان خواہ کس حیثیت اور درجہ میں ہو۔ وہ ضرور قرآن شریف میں اپنے حال کے مناسب ہدایات پائیگا۔ مذہب ایسی چیز نہیں جو انسانوں کی کسی خاص جماعت کے ساتھ خاص ہو۔ اور انسان ذوق اور تہذیب کے درجوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جو لوگ وسط افریقہ میں رہتے ہیں اُن میں اور یورپ کے رہنے والوں میں ذہنی۔ اخلاقی اور تمدنی امور میں اسقدر فرق ہے جتنا کہ قطبین میں فرق ہے لیکن اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ان سب کے لیئے ہدایات اور قواعد مہیا کرتا ہے۔ اگر وسط افریقہ کے وحشیوں کے لیئے ایسی ابتدائی ہدایتیں دیتا ہے جن سے اُنکی جسمانی اور تمدنی حالت درست ہو تو وہ ترقی یافتہ انسانوں کو بھی اعلیٰ اخلاق سکھاتا ہے اور بلند روحانیت کا سبق دیتا ہے اور اُنکو انسانی ترقی کے اُس اعلیٰ منزل مقصود تک پہنچاتا ہے جہاں انسان خدا سے ملتا ہے

موروثی گناہ

اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ انسان کوئی گناہ ورثہ میں لیکر پیدا ہوتا ہے۔ اسلام کے رُو سے گناہ انسان کی فطرت میں داخل نہیں۔ بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جسکو انسان پیدا ہونے کے بعد خود کماتا ہے۔ گناہ کس چیز کا نام ہے۔ یہ صرف نافرمانی کا نام ہے حقیقی مُسلم گنہگار نہیں ہوتا کیونکہ مُسلم کے معنے ہیں خدائے تعالیٰ کے احکام کا فرمانبردار۔ اور گناہ نافرمانی کا نام ہے۔ اسلیئے حقیقی اسلام اور گناہ

دو متضاد چیزیں ہیں۔ گناہ ایک کسبی چیز ہے اور اس سے انسان پاک ہو سکتا ہے۔ میں خدا کے آگے ایک بیٹے کی طرح ہوں۔ جیسا کہ یسوع مسیح کی دعا کا آغاز مجھے سکھاتا ہے۔ مگر "کھویا ہوا بیٹا" بھی بن سکتا ہوں لیکن میں پھر اپنے باپ کے پاس واپس آسکتا اور اس سے اپنا رشتہ لے سکتا اور اس کا بیٹا کہلا سکتا ہوں۔ مگر میں خدا سے کس طرح مل سکتا ہوں اگر گناہ میری فطرت کا حصہ ہو۔ اگر میں گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا تو میں خدا سے کس طرح مل سکتا ہوں۔ اس امر میں خدا کی کتاب قرآن شریف نے نسل انسان پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس نے انسان کے دل میں یہ احساس پیدا کیا ہے کہ اس میں نہایت ہی اعلیٰ قابلیتیں موجود ہیں اور غیر محدود ترقی کا میدان اسکے آگے کھلا ہے۔ اس بارہ میں خدا کی کتاب فرماتی ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ ہم نے انسان کو نہایت احسن ترکیب میں پیدا کیا (اسکو نہایت ہی عمدہ قویٰ عطا کیئے) پھر اسکو سب نیچوں سے نیچے کر دیا (وہ پست ترین مقام کی طرف جھکنے کا میلان رکھتا ہے) سوائے اُن لوگوں کے جو (سچائیوں پر) ایمان لاتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جو درست اور ٹھیک ہیں۔ اُنکے لیے غیر منقطع اجر ہے (التین)

آجکل ریشنلزم کا بڑا اصول جسپر فخر کیا جاتا ہے اور جو بہت دلکش معلوم ہوتا ہے یہی ہے کہ انسان کو نہایت ہی اعلیٰ قویٰ عطا کیئے گئے ہیں اور اس میں غیر محدود ترقی کا مادہ رکھا گیا ہے۔ لیکی کہتا ہے کہ "متواتر اور جاری رہنے والی ترقی کا خیال ایک ایسا خیال ہے جو اس زمانہ میں سب خیالات پر غالب ہے۔ کسی مضمون پر کوئی اعلیٰ درجہ کی کتاب کھولو۔ اُس میں اسی خیال کو کسی نہ کسی صورت میں پاؤ گے۔ اس خیال نے تمام علوم میں ایک گہری تحریک پیدا کر دی ہے اور یہ تمام تاریخی لٹریچر میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر رہا ہے" مگر وہ کون ہے جو سب سے پہلے ترقی کے اس سنہری اصل کو دنیا میں لانیکا مدعی ہو سکتا ہے۔ گذشتہ تیرہ سو سال سے یہ اصل نہایت ہی کھلے الفاظ میں قرآن شریف

میں موجود ہے اور ریشنلزم حال ہی کی پیدائش ہے۔ نہیں بلکہ جن الفاظ میں یہ اصل قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے وہ نہایت بہتر شکل میں ہے۔ کیونکہ قرآنی آیت انسانی فطرت کے ہر ایک پہلو کی پوری ماہیت ہم پر کھولتی ہے۔ ہم میں بے شک نہایت ہی اعلیٰ قویٰ رکھے گئے ہیں مگر ہم ترقی کے مخالف عنصروں سے بھی کلی طور پر خالی نہیں۔ اگر ہم میں اوپر چڑھنے کی قابلیت رکھی گئی تو پستی کی طرف جھکنے کا میلان بھی ہم میں پایا جاتا ہے۔ ہماری حالت کے دو پہلو ہیں ایک روشن اور دوسرا تاریک۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے لیکن اگر وہ ہمارے اچھے قانونوں کی پابندی نہ کرے اور اچھے کام نہ کرے تو ہم اسکو نہایت ہی گہری پستی میں گرا دیتے ہیں۔ یہ کیسی سچی بات ہے جس کا ہم ہر روز اپنی زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ کئی انسان ایسے ہوتے ہیں جو ایک ہی جیسے حالات میں پیدا ہوتے ہیں اور جنکے گرد وپیش کے حالات بھی مساوی ہوتے ہیں مگر وہ اپنی زندگی میں بالکل الٹی راہیں اختیار کرتے ہیں۔ ایک زینہ کی چوٹی کی طرف چڑھتا ہے اور دوسرا نیچے کی طرف اترتا ہے۔ انکی طرز زندگی کو غور سے دیکھو۔ اور جس حقیقت کو قرآنی آیت میں بیان کیا گیا ہے اسکی صداقت تم پر ظاہر ہو جاویگی۔ ایک نے صحیح راہ اختیار کی اور دوسرے نے خطا کی راہ پر قدم مارا اسلیے بھاگ گیا۔ ریشنلزم صرف ہمیں ایک پہلو کا پتہ دیتی ہے۔ اور تصویر کا ایک ہی رخ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے مگر قرآن مجید پوری حقیقت کا انکشاف کرتا ہے اور ضروری احتیاط کی طرف متوجہ کرکے ہمیں ہوشیار کرتا ہے (تا ایسا نہ ہو کہ ہم دوسرے پہلو سے غافل ہو کر پستی میں گر جائیں)۔ اسی سنہری اصل کو ہمیشہ اپنی نظر کے سامنے رکھنے کے لیئے ہمیں مندرجہ ذیل دعا سکھائی گئی ہے جو ہم ہر نماز کے شروع میں پڑھتے ہیں اور یہ دعا مسیحیوں کی اس دعا کے مقابل میں سمجھی جا سکتی ہے جو یسوع مسیح نے انکو (روزانہ روٹی مانگنے کے متعلق) سکھائی۔ وہ دعا یہ ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم ۝ صراط الذین انعمت علیھم ۝ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۔ آمین

یعنی اے رب ہمیں سیدھی راہ پر چلا جو تیری طرف ہمیں لیجاتی ہے اور ایسا ہو کہ ہم تیری راہ پر مضبوط رہکر ان لوگوں کے نقش قدم پر چلیں جنپر تیرے انعام اور تیری برکتیں نازل ہوئیں۔ اے خدا تو ہمیں اُن لوگوں کی راہ سے بچا جنپر تیرا غضب ہوا ہے اور اُن لوگوں کی راہ سے بھی بچا جو غلطیوں میں پڑکر سیدھی راہ سے بہک گئے ہیں اور تجھ تک نہیں پہنچ سکے۔ اے خدا۔ ایسا ہی ہو۔

جو لوگ سیدھی راہ پر قدم مارتے اور اُس راہ پر استقامت اختیار کرتے ہیں وہ "متواتر اور جاری رہنے والی" ترقی حاصل کرتے ہیں۔ اور اُنکے اندر جو اعلیٰ درجے کی قابلیتیں اور قوتیں رکھی ہوئی ہیں وہ عملی صورت میں ظاہر ہوکر واقعات کا لباس پہنتی ہیں۔ اور اس طرح وہ خدائے تعالیٰ کے انعامات اور برکات کے مورد بنتے ہیں۔ لیکن جو لوگ غلطیوں میں پڑتے ہیں وہ سیدھے راستے سے بہک جاتے ہیں اور اسفل سافلین میں چلے جاتے ہیں اور بجائے انعام حاصل کرنیکے مورد غضب الٰہی ہوتے ہیں۔

مکالمہ الٰہی

مندرجہ بالا دعا میں انعمت کا لفظ قابل توجہ ہے۔ یہ لفظ بہت وسیع ہے اور ہر ایک اچھی اور عمدہ چیز پر حاوی ہے۔ اور ہر ایک ایسی چیز اس میں شامل ہے جو انسان کے لیئے ضروری اور مفید ہے۔ لفظ خود واضح ہے اور اُسکی تشریح کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہاں میں اُس سب سے بڑے انعام کا کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں جو خدائے تعالیٰ نے انسان پر کیا اور یہ ایک ایسا الٰہی عطیہ ہے جسکو قرآن شریف کے رُو سے ہر ایک انسان حاصل کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ یہ انعام یہ ہے کہ انسان خدا سے ملجاتا ہے وہ خدا سے کلام کرتا ہے اور خدا اُسکے ساتھ کلام کرتا ہے۔ اور یہ بات ناممکن نہیں۔ الٰہی صفات کبھی معطل نہیں ہوئیں اور نہ وہ معطل ہو سکتی ہیں۔ اگر خدا نے گذشتہ زمانوں میں انسان سے کلام کیا تو یہ خیال کرنا بھی کفر ہے کہ اب وہ نعوذ باللہ گونگا ہو گیا ہے۔ اگر گذشتہ زمانہ کے انسانوں میں یہ قابلیت رکھی گئی تھی کہ خدا اس سے ہم کلام ہو تو انسان ہیں .....

یہ قابلیت اب بھی ضرور موجود ہے کیونکہ انسان کے قویٰ اور قابلیتوں میں سے کوئی قوت یا قابلیت کم نہیں کی گئی۔

اگر دنیا اپنی مادی ترقی میں اب بھی نیوٹن۔ ہرشل اور ایڈیسن جیسے انسان پیدا کر سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اب یسوع مسیح۔ کرشن اور بُدھ جیسے انسان دنیا میں پیدا نہ ہوں۔ کیا اب ہماری خلق وہی نہیں جو پہلے انسانوں کی ہوا کرتی تھی۔ اور کیا جسمانی بناوٹ میں مساوات اس بات کی مقتضی نہیں کہ روحانی بناوٹ میں بھی ہم پہلے انسانوں کے مساوی ہوں۔ اور یہ بات کہ اب بھی یسوع مسیح۔ کرشن۔ بُدھ جیسے انسان پیدا ہو سکتے ہیں یہ بات قرآن شریف میں صریح الفاظ میں بتائی گئی ہے اور قرآن شریف کے علاوہ اور جگہ بھی ہمیں یہی وعدہ دیا گیا ہے۔ کیا یسوع مسیح۔ کرشن اور بُدھ نے اپنی دوبارہ آمد کی پیشگوئیاں نہیں کیں؟ اور یسوع مسیح نے تو اس امر کی تشریح بھی کر دی ہے کہ یہ دوبارہ آمد کس طرح واقع ہو گی۔ دوبارہ آمد کا یہ مطلب نہیں کہ وہی پہلا انسان پھر دوبارہ دنیا میں آئے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک اور آدمی پیدا ہو جو روحانیت میں پہلے کا مثیل ہو۔ اگر یوحنا بپتسمہ دینے والا الیاس تھا (اور وہ ضرور الیاس تھا کیونکہ یسوع مسیح کا قول ہم رد نہیں کر سکتے) تو پھر ان بزرگوں کی دوبارہ آمد بھی اسی طرح وقوع میں آنی چاہیئے جس طرح کہ الیاس کی دوبارہ آمد وقوع میں آئی۔ اسلیئے جب میں یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے وہ راہ دکھائی جائے جس پر چلکر میں وہی انعام حاصل کروں جو پہلے منعم علیہ گروہ کو ملا۔ تو میں بادشاہت یا سپہ سالاری یا کوئی اور دنیا کا عہدہ نہیں مانگتا۔ یہ میری خواہش نہیں۔ یہ معمولی چیزیں ہیں جن کو انسان حاصل کرتا ہے۔ جس ورثہ کا ایک مسلمان خواہاں ہوتا ہے۔ وہ انبیاءؑ کا ورثہ ہے۔ مذکورہ بالا دعا میں اھدنا الصراط المستقیم کے الفاظ بھی بہت قابل غور ہیں۔ ہم خدا سے یہ نہیں مانگتے کہ ہمیں فلاں چیز دے* بلکہ ہم خدا سے

* یسوع مسیح کی اُس دعا کی طرف اشارہ ہے جسمیں یہ مانگا گیا ہے کہ ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے (ایڈیٹر)

ہدایت مانگتے ہیں۔ اور اگر ہماری دعا قبول ہو تو ہمیں بھی ہمارے استحقاق کے مطابق الہام اور مکالمہ الٰہی کا انعام مل سکتا ہے۔

اسلام کی تعلیم عقل کے موافق ہے

ایک اور خصوصیت اسلام کی یہ ہے کہ جن راستیوں کی یہ تعلیم دیتا ہے انکی سچائی عقلی پہلو سے بھی ثابت کر کے دکھا دیتا ہے۔ وہ کونسی بات ہے جسکی وجہ سے آجکل مذہب کی گرفت انسانوں کے دلوں پر ہر روز زیادہ اور زیادہ کمزور ہو رہی ہے اُس کی وجہ عقلی دلائل کی کمی ہے ہر ایک مذہب اپنے پیروؤں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بعض چیزوں پر ایمان لاویں۔ مثلاً۔ خدا کا وجود۔ ملائکہ۔ الہام۔ نبوت۔ حیات بعد ممات۔ یوم آخرۃ۔ جزاء و سزا۔ یعنی بہشت و دوزخ وغیرہ۔ یہ ایسے مسائل ہیں جنہیں مختلف مذاہب میں حق سمجھا جاتا ہے ان امور کے متعلق تفصیلی باتوں میں تو اختلاف ہے مگر اصولاً ان امور پر سب مذاہب کا اتفاق ہے۔ لیکن کیا خدائے تعالیٰ نے ہمیں عقل عطا نہیں کی۔ کیا خدائے تعالیٰ نے مختلف قویٰ انسان کو نہیں بخشے۔ اور کیا خدا نے ہماری مختلف خواہشوں کے پورا کرنیکے لیئے سامان مہیا نہیں کیئے۔ مَیں احساس رکھتا ہوں۔ مَیں جذبات رکھتا ہوں لیکن مَیں عقل بھی رکھتا ہوں۔ اگر میرے دل کی خواہشیں پوری ہو سکتی ہیں۔ تو میری عقل کے تقاضاؤں کو کیوں روکا جائے۔ اگر میرے جذبات سیر ہو سکتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ میری عقل کے آگے روک ڈالی جائے۔

جن عقائد کی فہرست مَیں نے اوپر دی ہے سب مذاہب میں انکو بطور اصول موضوعہ کے تسلیم کیا گیا ہے لیکن ایک شک کرنیوالے دل کو انکے متعلق کس طرح اطمینان دلایا جائے۔ مگر قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس میں ان سب عقائد کو عقلی طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ انکے ثبوت میں زبردست دلائل دیئے گئے ہیں اور انکی توضیح کے لیئے صحیفہ قدرت سے موزون مثالیں پیش کی گئی ہیں یہ بات

یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدا کی کامل کتاب کو اپنے پیروؤں کی وکالت کا محتاج نہیں ہونا چاہیئے۔ میری مشکلات کامل الہامی کتاب کو خود حل کرنی چاہیئیں نہ کہ کتاب کے واعظ کو۔ اسلام کی کتاب نہ صرف ہماری خواہشات۔ ہمارے احساس اور ہمارے خیالات کے آگے اپیل کرتی ہے بلکہ وہ ہمارے دل اور ہماری عقل سے بھی اپیل کرتی ہے پہلی کتابیں اگرچہ وہ بھی قرآن کی طرح الہامی تھیں مگر وہ عقلی پہلو سے مذہبی اصول کی توضیح نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ پہلے انسانی عقل ایسی ترقی یافتہ نہ تھی کہ وہ ان لطیف دلائل کو پورے طور پر سمجھ سکے جن سے باریک مذہبی حقائق ثابت ہوتے ہیں۔ یسوع نے سب باتیں "تمثیلوں میں کہیں اور بغیر تمثیل کے وہ اُن سے کچھ نہ کہتا تھا" (متی ۱۳: ۳۴) کیونکہ وہ "بے سمجھ" تھے (متی ۱۵: ۱۶)

اسلام کا علم اخلاق

ایک اور بات جو دنیا کی دوسری اخلاقی کتابوں سے بڑھکر اسلام کی مقدس کتاب میں پائی جاتی ہے یہ ہے کہ اس نے انسان کی طبعی جذبات اور اخلاقی حالتوں میں ایک امتیاز قائم کیا ہے* ہم میں مختلف جذبات اور صفات رکھی گئی ہیں۔ مثلاً محبت۔ حلم۔ رحم۔ تواضع وغیرہ۔ لیکن قرآن شریف کے رُو سے یہ صفات اخلاق کی فہرست میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ جب تک کہ عقل اور معرفت کی رہنمائی کے ماتحت انکا ظہور نہ ہو۔ یہ صرف طبعی اور فطرتی جذبات ہیں مثلاً وہ محبت جو کُتّا یا ایک بکری اپنے آقا کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں اُنکو تہذیب یا خوش خلقی کے نام سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ اسی طرح بھیڑیے یا شیر کی درندگی بدتہذیبی یا بدخلقی نہیں کہلا سکتی۔ صرف چند صفات کے وجود سے جو طبعی تحریکوں کا

* دیکھو کتاب ٹیچنگز آف اسلام (تقریر جلسہ مہوتسو) مصنفہ حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

نتیجہ ہوں انسان کی روحانی زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ مثلاً دل کی حلیمی۔ اور ترک شر انسان کی طبعی حالتیں ہیں اور ایک ادنیٰ درجے کے آدمی میں بھی جو نجات کے سچے سرچشمہ سے بالکل بے خبر ہو پائی جا سکتی ہیں۔ کئی حیوانات بالکل بے ضرر ہوتے ہیں اور بجائے اسکے کہ وہ کسی کو دکھ دیں اُلٹا وہ دوسروں کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھاتے ہیں۔ اور جب وہ پالتو ہو جاتے ہیں تو ذرا بھی اُن میں ایذا رسانی باقی نہیں رہتی چابکوں سے اُن کو مارا جاتا ہے مگر وہ ہرگز مقابلہ نہیں کرتے۔ مگر باوجود ان صفات کے کوئی آدمی ایسا بے وقوف نہیں جو ان حیوانوں کو نیک انسان تو کجا انسان بھی کہے۔ ایک بکری بہت سے انسانوں کی نسبت زیادہ دل کی حلیم ہوتی ہے۔ اسیطرح بعض جرائم پیشہ لوگ بھی بعض اوقات ایسے صفات ظاہر کرتے ہیں جو نہایت ہی مہذب انسانوں کے شایاں ہوتی ہیں۔ رابن ہوڈ امرا کو لوٹتا اور غربا کی مدد کرتا۔ یورپ کتوں پر شفقت کرتا اور بے زبان جانوروں پر ترس کھاتا ہے مگر جب حال ہی میں مختلف اسلامی اقوام کو بے رحمی سے ذبح کیا گیا اور اُن کے گلوں پر چھری پھیری گئی تو یورپ کی رحم کی حس پر ذرا بھی چوٹ نہیں لگی۔ پس ایک ایسا معلم جو اخلاق پر ہمیں وعظ سناتا ہے اور بعض صفات کو اچھا کہتا اور بعض کو بُرا کہتا ہے وہ صرف ہمارے قدرتی جذبات کو گم کرتا ہے جو تعدیل اور محل شناسی کے محتاج ہیں۔ اسلام کی یہ ایک اور خصوصیت ہے کہ اسکی مقدس کتاب میں انسان کے طبعی جذبات اور اعلیٰ اخلاق میں فرق کیا گیا ہے۔ قرآن شریف مختلف اخلاقی حالتوں کا صرف علیحدہ علیحدہ ذکر ہی نہیں کرتا بلکہ انکے استعمال کا محل اور موقعہ بھی بتلاتا ہے۔ کیا مختلف حالات کے ماتحت ہمارے افعال کا نتیجہ مختلف نہیں ہوتا کیا ایسا نہیں ہوتا کہ ایک صورت میں ایک کام نیکی ہو اور دوسری صورت میں وہی کام بدی ہو جائے؟ ایک مجرم کو سزا دینا سوسائٹی پر رحم کرنا ہوتا ہے۔ اگر ایک فوجداری مقدمہ میں مجسٹریٹ مجرم کی خواہش کے مطابق کام کرے تو کیا اس سے امن عامہ کو سخت نقصان نہیں پہنچیگا؟ اس امر کے متعلق میں اخلاق کے واعظوں کی ایک اور غلطی بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ انکی رائے میں صرف نرم صفات ہی اخلاق حسنہ کی فہرست

کو پورا کردیتی ہیں۔ گویا نعوذ باللہ خدائے تعالیٰ نے غلطی کی کہ ہم میں بعض سخت صفات مثلاً غضب۔ انتقام اور غیرت جیسی صفتیں رکھدیں۔ انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ صفت انتقام ہی ہے جو جب مناسب طریق سے مجسٹریٹ کے ذریعہ برتی جاتی ہے تو اس سے لوگوں کے مال اور جان کی حفاظت حاصل ہوتی ہے اور اس طرح انتقام کی صفت ایک نیکی بنجاتی ہے۔ غیرت اور منافست جب مناسب موقعہ پر استعمال کی جائیں تو ہم میں ترقی کی خواہش اور اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کا ایک جوش پیدا کرتی ہیں۔ ان طبعی میلانوں کو روکنا کوئی نیک خلق نہیں جب انکو تعدیل کے ساتھ برتا جاتا ہے تو یہ ضروری قومی نیکیاں قرار پاتی ہیں اسلئے قرآن شریف صرف یہی نہیں کہتا کہ سخاوت۔ شجاعت۔ رحم۔ احسان۔ صدق۔ انصاف۔ استقامت اعلیٰ اخلاق ہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جسقدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیساکہ رفق۔ قول حسن۔ حیا۔ دیانت۔ مروّت۔ غیرت۔ صبر۔ عفّت۔ غضب۔ زہاوت۔ اعتدال۔ مواسات۔ حوصلہ۔ عفو۔ انتقام شجاعت۔ وفا وغیرہ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقعہ پر ظاہر کیجائیں گی تو سب کا نام اخلاق ہوگا۔ قرآن مجید ان سب صفات کا ذکر کرتا ہے اور ان کا مناسب محل بھی بیان کرتا ہے۔ اور وہ ایسے ذرائع بھی بتاتا ہے جو ان اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کیلئے ہمیں اختیار کرنے چاہیئے۔ اس جگہ یہ بھی بیان کردینا مناسب ہوگا کہ جب ہمارے طبعی جذبات جب مناسب موقع اور محل پر استعمال کیئے جاویں تو اعلیٰ اخلاق بنجاتے ہیں۔ اسی طرح ہماری اخلاقی اور روحانی حالتوں کے درمیان کوئی ایسا خط نہیں کھینچا جاسکتا جو دونوں کے درمیان حدّفاصل کہلاسکے۔ ہماری تمام حالتیں جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی۔ ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں اور ایک دوسرے پر اثر ڈالتی ہیں۔ کوئی آدمی اپنی جسمانی حالتوں اور اخلاقی صفات کی تادیب و تعدیل کے بغیر روحانیت کے اعلیٰ مقام پر نہیں پہنچ سکتا اسلیئے اُن تمام احکام اور ہدایات کی پابندی ضروری ہے جو ہماری روزانہ زندگی کے متعلق قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں۔ یہ مضمون ایک مفصل بحث چاہتا ہے مگر وقت اسکی اجازت نہیں دیتا۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

مَیں ڈرتا ہوں کہ مَیں نے پہلے ہی آپکا وقت بہت زیادہ لے لیا ہے مگر ایک بات اور کہکر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اسلام کی ایک خاص اور بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اُس نے عورت کی حیثیت کو بہت بڑھا دیا ہے۔ اور اس نے عورت کو ایک ایسی حیثیت دی ہے جو اُسکو پہلے کبھی حاصل نہ تھی۔ اسلام کے آنے تک عورت کوئی مستقل شخصیت نہیں رکھتی تھی۔ اسلام نے ہی آکر اسکو ذاتی حقوق دیئے۔ نہیں بَیں اس سے بھی آگے بڑھکر یہ کہوں گا کہ اس زمانہ کی مہذب قوموں کے لیئے بھی ابھی بہت منزلیں طے کرنی باقی ہیں تب وہ جاکر کہیں تہذیب کے اُس درجہ تک پہنچیں گی جس کے رو سے عورت کو وہ حیثیت دی گئی ہے جو قرآن شریف کی اس آیت میں بیان کیگئی ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی جیسے مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں ایسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ہیں۔ پسندیدہ طریق کے ساتھ۔ اسلام عورت کو مرد کے برابر علمی۔ اخلاقی اور روحانی ترقی کا موقعہ دیتا ہے۔ وہ اسکو ایک جدا اور مستقل شخصیت دیتا ہے اور اُسکو اُس ذلت سے اوپر اُٹھاتا ہے جس میں وہ جہالت پر مبنی اعتقادات اور غلط خیالات کی وجہ سے گری ہوئی تھی۔

ریویو

مکاشفات مع تعبیر نامہ خواب | حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ رؤیا و کشوف کو بابو محمد منظور الٰہی صاحب احمدی نولکھا۔ لاہور نے جمع و مرتب کرکے شائع کیا ہے۔ یہ مجموعہ جسقدر مفید اور بابرکت ہے۔ اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت صاحب سے عشق رکھنے والے اصحاب منگوا کر لطف اُٹھائیں قیمت ۱۲ بڑی تقطیع کے ۷۲ صفحے کی کتاب ہے۔ بابو صاحب موصوف سے یا دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے مل سکتی ہے +

کشف الدجیٰ | مولوی عبدالعزیز صاحب احمدی سہارنپوری کی تصنیف ہے جسمیں مصنف صاحب نے منطقی رنگ میں قرآن کریم کی آیات سے مسیح علیہ السلام کی وفات پر بحث کی ہر مخالفین

سلسلہ احمدیہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ جانے کی نسبت جب کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ تو منطقی پہلو پر اُتر آتے ہیں۔ جس سے بعض دفعہ کم علم لوگوں کو مغالطہ میں ڈال دیتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے اس غرض کو مدِّ نظر رکھکر یہ رسالہ لکھا ہے۔ جو کہ امید ہے۔ کہ انشاء اللہ کئی سعید روحوں کے لیئے مفید ثابت ہوگا۔ میاں محمد یٰمین تاجر کتب قادیان سے ۔ ۱/ پر مل سکتا ہے۔

النبوۃ میر قاسم علی صاحب اڈیٹر الحق دہلی نے آیت خاتم النبییّن کے معنی اور تفسیر بہت عمدہ پیرائے میں بیان کرکے قرآن اور احادیث کی رو سے ثابت کیا ہے۔ کہ رسول کریمؐ کا ایک اُمتی آپکی کامل پیروی سے درجہ نبوت غیر تشریعی تک مثل انبیاء بنی اسرائیل کے پہنچ سکتا ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کے متعلق نہایت قوی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اے مخالفان سلسلہ جبکہ تم رسول کریمؐ کی اس حدیث کے مصداق ہو رہے ہو کہ لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبر و ذراعاً بذراع کہ تم لوگ یہود و نصاریٰ کی ذرا ذرا بات میں پیروی کرو گے۔ اور جب تم رسول اللہ صلعم کی اُمت میں ہوتے ہوئے یہود اور نصاریٰ کی مطابقت دکھا رہے ہو۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ اِس اُمت میں لوگ یہودی اور نصرانی تو بن جائیں مگر اس میں موسیٰ و عیسیٰ بننے کی اہلیت نہ ہو۔ اسی اہلیت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کتاب نہایت مفید اور اس قابل ہے۔ کہ کثرت سے اسکی اشاعت کیجاوے۔ قیمت فی نسخہ ۴/ فی روپیہ ۸ نسخے بغرض تقسیم مفت۔ میر صاحب موصوف سے مل سکتی ہیں۔

برق آسمانی رسالہ ہذا میں فیصلہ آسمانی مؤلفہ ابو احمد رحمانی کے اعتراضوں کے جوابات مولوی خلیل احمد صاحب احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ مونگھیر نے لکھے ہیں۔ مصنف فیصلہ آسمانی کی علمیت اور اعتراضوں کی معقولیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ کہ باوجود بصد اصرار اور بسیار تکرار کے تاحال وہ پردہ سے باہر نہیں آئے۔ انکے زیادہ تر اعتراضات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر ہیں۔ لیکن جس شخص کا یہ مذہب ہو۔ کہ پیشگوئی کا صحیح ہونا صداقت کی نشانی نہیں اُس کا کسی پیشگوئی پر اعتراض کرنا بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ دوسرا جو شخص قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کا قائل ہو۔ اسکو کسی پیشگوئی کے ٹل جانے یا منسوخ ہو جانے پر اعتراض کرنیکا کونسا حق حاصل ہے۔ جبکہ مصنف صاحب خود ان دونوں باتوں کے قائل ہیں۔ تو انکا کسی

پیشگوئی اعتراض کرنا محض تعصب پر مبنی ہے۔ مصنف فیصلہ آسمانی نے دھوکہ دہی میں کمی نہیں کی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء اور مفہوم کے خلاف آپکی عبارت کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کیا ہے۔ جو کہ آپکی تحریر میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ رسالہ زیر ریویو میں ان تمام باتوں کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ مفید اور قابل اشاعت ہے قیمت ۱؎ ملنے کا پتہ سید محمد عبد الغفار صاحب احمدی تاجر کتب بڑا بازار۔ مونگھیر۔

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء

مدرسہ احمدیہ:۔ اس مدرسہ میں ۱۳ ماہ حال سے سہ ماہی امتحان شروع ہے رخصتوں کے بعد ماسٹر عبد الرحیم صاحب مدرس دیگر مضامین کی اسامی پر متعین ہوئے ہیں۔ ماسٹر صاحب جے۔ اے۔ وی پاس اور ٹرینڈ ہیں۔ اور پہلے ہائی سکول میں بہت عرصہ تک مدرس انگریزی رہ چکے ہیں۔ اُمید ہے کہ انکا وجود مدرسہ کے لئے بہت مفید اور بابرکت ہوگا انشاء اللہ

تعلیم الاسلام ہائی سکول:۔ افسر تعلیم نے لوئر پرائمری کے چھوٹے لڑکوں کیلئے اراضی دار العلوم میں شہر کے نزدیک ایک کچا مدرسہ بنانے کی تجویز کی ہے۔ جسپر مجلس معتمدین نے تخمینہ پیش کرنے کے لئے حکم صادر کیا ہے۔

اشاعت اسلام:۔ خریداران ریویو اردو میں اس ماہ پندرہ کی بیشی اور ریویو انگریزی میں پانچ کی بیشی ہوئی۔ تفسیر القرآن میں کوئی کمی بیشی اس ماہ میں نہیں ہوئی اس ماہ میں سید غلام محی الدین صاحب۔ مولوی عبد الواحد صاحب و بابو اختر علی صاحب و مسٹر اے کٹی نے ایک ایک نیا خریدار بہم پہنچایا۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔

مقبرہ بہشتی:۔ اس ماہ میں دو موصی ایک مرد و ایک عورت یعنی شریف احمد مرحوم ولد جمال الدین صاحب ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور۔ و سماۃ صالحہ بی بی بنت خیر الدین ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور مقبرہ بہشتی میں مدفون ہوئے۔ آمد ۱۱۷ ہوئی۔ مندرجہ ذیل رقوم اس ماہ میں بحساب وصیت وصول ہوئیں۔

(۱) منشی خدا بخش صاحب - ادرحمہ للعہ ۲ر

(۲) چودھری نبی بخش صاحب مرحوم بذریعہ غلام حسن صاحب - تلونڈی چک ۱۰۸ صہ

(۳) معرفت رحمت علی صاحب بحوالہ نتھو مرحوم - پھیرو چیچی صعہ

(۴) بابو عبدالرحمٰن صاحب - شملہ دعہ

(۵) بابو فضل کریم صاحب دہلی مصہ

(۶) میاں احمد دین صاحب زرہ گرقادیان عہ

(۷) بابو فضل احمد صاحب - مری - للعہ ۲ر

(۸) قاضی غلام حسین صاحب حصار عہ

(۹) اہلیہ 〃 〃 〃 للعہ

(۱۰) میاں حیات کمہار - گوبیلکے - عہ

(۱۱) میاں محمد دین صاحب 〃 عہ

(۱۲) میاں سبحان بخش صاحب سہارنپور عہ

(۱۳) جماعت راولپنڈی بذریعہ محمد اشرف صاحب راولپنڈی لعہ

(۱۴) جناب نور محمد صاحب - گلگت - سہ

(۱۵) چودھری شاہ محمد صاحب - سارجنٹ - سیالکوٹ للعہ ۱ر

صیغہ متفرقات

شفاخانہ میں اس ماہ کل مریض ۱۴۱۲ آئے انمیں سے نئے ۶۵۶ تھے۔ مائنز اپریشن ۱۴ ہوئے۔ شفاخانہ دارالعلوم کے ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب آجکل رخصت پر ہیں۔ اور ہردو شفاخانہ کے میڈیکل آفیسر ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب اسسٹنٹ سرجن پنشنر مریضوں کو بڑی محنت اور خلوص کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اور بڑی دلداری کرتے ہیں۔ اور ہائی سکول کے بیمار لڑکوں کا خود جاکر روزمرہ ملاحظہ فرماتے اور علاج کرتے ہیں۔ خدا انکو جزائے خیر دیوے۔

دفتر سکرٹری:۔ صدر انجمن احمدیہ نے اراضی دارالعلوم میں سے جو ٹکڑے اجارے پر دینے منظور کیئے تھے چونکہ اب انجمن کو زمین کی خود بڑی ضرورت تھی۔ اسواسطے مجلس معتمدین نے اپنے رزولیوشن ۵۲۲ مورخہ ۶- اکتوبر ۱۹۱۳ء میں اجارہ والی تجویز کو منسوخ کردیا ہے۔ ٭ پچھلے ماہ حضرت صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد صاحب نے اپنے اخبار الفضل میں چندہ کے متعلق جو تحریک خاص فرمائی تھی۔ اسپر جن احباب۔ جماعتوں یا انجمنوں نے جو رقوم ارسال فرمائی ہیں۔ انکی فہرست گذشتہ ماہ میں شائع کی گئی تھی بعض رقوم جو آخر ستمبر تک بعد میں وصول ہوئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۶- ستمبر ۱۹۱۳ء جماعت لالہ موسیٰ معرفت منشی قاسم صاحب } عہ ۱۴ر

۲۳- ستمبر ۱۹۱۳ء جماعت سڑوعہ معرفت نور احمد خانصاحب صہ ۱۰ر

۲۳ ستمبر ۱۹۱۳ء جماعت پشاور معرفت مولوی نذر علی صاحب } لولعہ

۲۷ ستمبر ۱۹۱۳ء جماعت پاکپٹن معرفت نیاز احمد صاحب } ۸ عہ

اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو نیک جزائے عطا فرمائے اور انکی کوششوں میں برکت دیوے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ تمام احباب چندہ کے جمع کرنے میں مزید سعی کرکے باقاعدہ کوشش جاری رکھیں گے۔

تعمیر:۔ عمارت مدرسہ کے برآمدوں کا کام سوائے ہال کے تمام ختم ہوگیا ہے۔ کمروں کے اندر ۳/۴ کے قریب سفیدی ہو گئی ہے۔ ۔ اور ٹیپ کے کام کا بہت سارا حصہ بھی ختم ہوگیا ہے۔ برآمدہ میں فرش لگانے کے لیئے کنکریٹ نصف کے قریب ڈلوائی گئی ہے۔ غالباً اکتوبر ۱۹۱۳ء میں تمام کام سوائے ہال کے انشاء اللہ تعالیٰ تکمیل کو پہنچ جاویگا اور پھر جلدی ہی انشاء اللہ ہال کا کام بھی شروع کر دیا جاویگا۔ لیکن عمارت کیلئے روپیہ کی سخت ضرورت ہے احباب توجہ فرماویں۔ ایسا نہ ہو کہ عمارت کا کام احباب کی تھوڑی سی بے توجہی سے رُک جائے۔ ہال کی تعمیر صرف روپیہ کی کمی کی وجہ سے رُکی ہوئی ہے مدرسہ کی تکمیل کے لیئے قریباً پندرہ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ ہمت کریں اور کوشش کرکے اس روپیہ کو پورا کردیں۔ ہال کی تعمیر کے بعد مدرسہ کی تعمیر کا کام بند کر دیا جائیگا۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء تک انشاء اللہ مری سے واپس قادیان پہنچ جائیں گے۔ مگر ابھی کچھ عرصہ تک ترجمۃ القرآن کے کام میں بہت مصروف ہونے کی وجہ سے سکرٹری کے کام کا وہ چارج نہیں لے سکیں گے۔

بیت المال:۔ لنگر کے چندے کی طرف احباب نے بہت کم توجہ کی ہے اب جلسہ سالانہ آرہا ہے۔ اور جلسہ کے موقعہ پر صیغہ بیت المال کو بہت بوجھ اُٹھانا پڑتا ہے اور وہ پہلے ہی مقروض ہے۔ اسلیئے بیرونی انجمنوں کے سکرٹری صاحبان کو یاد دہانی کراتا ہوں کہ اپنی اپنی مقامی انجمنوں میں تحریک کرکے جلسہ سالانہ کے اخراجات کے لیئے جو تین ہزار تک ہونگے اور گذشتہ قرضہ کے ادا کرنے کے لیئے جو چار ہزار روپیہ تک ہے۔ خاص چندہ کرنا شروع کردیں۔ ایسی تمام رقوم ماہ نومبر کے آخر تک خزانہ صدر انجمن میں پہنچ جانی چاہئیں

تا بعد میں مشکلات نہ واقع ہوں۔

احمدی احباب کی خدمت میں ایک اپیل

مَیں نہیں جانتا کہ کن الفاظ سے احباب کو سلسلہ کی ضروریات کی طرف توجہ دلاؤں۔ اُنکو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قادیان میں جو سلسلہ جاری ہے اُسکے اخراجات کے لیئے سامان کرنا اُن کا ایک بہت بھاری فرض ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ اُنپر طرح طرح کے بوجھ پڑے ہوئے ہیں اور کئی راہوں میں اُنکو روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے مگر اس کا یہ نتیجہ نہیں ہونا چاہیئے کہ قادیان کے ضروری اخراجات کو وہ فراموش کردیں۔ لنگر روز بروز مقروض ہو رہا ہے۔ تعمیر قریب الاختتام ہو صرف روپیہ کے نہ ہونیکی وجہ سے نامکمل پڑی ہے اور اسوقت کام بند کر دینا نہ صرف قابل افسوس بلکہ نقصان دہ امر ہے۔ مدرسہ احمدیہ بھی خاص امداد کا محتاج ہے۔ میگزین کی توسیع کا حکم خود تمھارا امام تمھیں دے گیا ہے اور اُس کا ارشاد اسوقت تک تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ تمھاری جماعت کے مساکین اور یتامیٰ یہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ہزاروں آدمی حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں فیض حاصل کرنے کے لیئے حاضر ہوتے ہیں۔ پس مَیں احمدی احباب سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ اُن کا فرض نہیں کہ ان ضروریات کے لیئے جس صرف کثیر کی ضرورت ہے اُسکو وہ ہمیشہ مدنظر رکھیں اور کبھی یہ اخراجات اُنکی نظر سے دُور نہ ہوں۔ اگر احمدی جماعت ان اخراجات کو ادا نہ کریگی تو وہ دوسری کونسی جماعت ہے جو ان اخراجات کو ادا کریگی۔ ہاں خدا قادر ہے کہ وہ اس کام کے لیئے ایک اور جماعت پیدا کردے کیونکہ یہ اُسکا اپنا کام ہے اور وہ اسکو ضرور چلائیگا۔ لیکن اگر ہم غفلت کریں تو ہم پر افسوس۔ تمھیں اپنے پیارے امام کا قول یاد نہیں۔ جس میں وہ فرماتے ہیں ؎

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

پس سکرٹری صاحبان اپنی اپنی جماعتوں کو جمع کرکے اُن کے آگے یہ سوال پیش کریں کہ کیا وجہ ہے کہ سلسلہ کی ضروریات کی طرف ہماری توجہ کم ہے۔ کیا وجہ ہے کہ

لنگر مقروض ہو رہا ہے اور ہم اُس کے قرض کے ادا کرنے کی فکر نہیں کرتے سالانہ جلسہ کے اخراجات درپیش ہیں اور ہمیں اُنکا کوئی فکر نہیں۔ مدرسہ کا حال بزبان حال روپیہ روپیہ پکار رہا ہے اور ہم اُس کی پکار کو نہیں سُنتے۔ کب تک ہم اس خواب غفلت میں سوئے رہیں گے اور کب تک ہم اپنے امام کے قائم کردہ سلسلہ کی ضروریات کو نظرانداز کرتے رہیں گے۔ مَیں نہیں کہتا کہ تم دوسرے نیک کاموں میں روپیہ خرچ نہ کرو۔ بے شک کرو اور جہاں تک تمھاری طاقت ہے خرچ کرو۔ لیکن مَیں یہ کہتا ہوں کہ لنگر خانہ کو دوسری ضروریات پر قربان نہ کرو۔ مدرسہ احمدیہ تمھارے احمدؑ کے نام پر جاری ہے اُسکی ضروریات کو مقدم رکھو۔ تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے اور اب قریب الاختتام ہو کر رکا پڑا ہے اُسکو پورا کرو۔ قادیان کی ضروریات کو نہ بھلاؤ اُسکے بعد جو چاہو کرو۔

ممالک غیر میں تبلیغ:۔ ولایت کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شریف النسب لارڈ نے اور ایک نوجوان انگریز نے ہمارے مبلغین کے پاس قبول اسلام کا اظہار کیا ہے اگرچہ ابھی تک اُنہوں نے عام طور پر اپنے مشرف باسلام ہونیکا اعلان نہیں کیا۔ ایک ہندوستانی طالب علم نے جو ولایت میں انجنیئرنگ کلاس میں تعلیم پاتا ہے حضرت خلیفۃ المسیحؑ کیخدمت میں بیعت کا خط لکھا ہے۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

مصر میں ہمارے نوجوان بھائی علاوہ تعلیم کے تبلیغ کے کام میں بھی مصروف ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل قاہرہ سے لکھتے ہیں وہ اس ہفتہ مَیں نے تبلیغ کا کام بھی کچھ کچھ شروع کر دیا ہے۔ ایک آدمی کو مَیں نے کھولکر تمام مسائل سمجھا دیئے حتّٰی کہ نبوت کا مسئلہ بھی بہت کچھ مان گیا۔ مگر جب بیعت میں داخل ہونیکے لیئے کہا گیا تو کچھ اڑا اور ایک دو اعتراض کیئے جواب تسلی بخش دیئے گئے۔ ابھی خاموش ہے ... آج یہاں کے ایک بڑے شیخ سے ملاقات کرنے کا وعدہ ہے۔ شام کو جاؤں گا۔ جن لوگوں کو ہم نے بعض اعتراضات عیسائیوں کی طرف سے جو مسیح کو زندہ مان کر نبی کریمؐ پر پڑتے ہیں سنائے تھے۔ اُنھوں نے شیخ کو بلایا ہے۔ اور آج انشاء اللہ اس سے گفتگو ہو گی۔ خدا کرے کہ نتیجہ نیک نکلے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے پیارے مسیح کا نام روشن کرے۔"

سیّد ولی اللہ شاہ صاحب کی طرف مصر کے انگریزی دان نوجوان خدائے تعالیٰ کے فضل سے بہت مائل ہو رہے ہیں سید صاحب لکھتے ہیں "یہاں کے نوتعلیم یافتہ نوجوان انگریزی کے بہت شائق معلوم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ میرے ساتھ حسن سلوک سے زیادہ پیش آئے یہاں تک کہ چار اُستادوں نے جنمیں سے دو تو انگریزی کے اُستاد تھے اور دو عربی کے مجھے مفت پڑھانے کے لیئے وعدہ کیا مگر ایک نے یہ کہا کہ مجھے ایک گھنٹہ انگریزی پڑھا دیا کرو تین اور افندیوں نے مجھے کہا کہ روز ایک گھنٹہ ہمیں پڑھاؤ یا ہفتہ میں تین دن ہی سہی۔ ایسا ہی جب کبھی مجھے مصری کلب میں جانیکا اتفاق ہوا تو بہت سے نوجوان میرے اردگرد جمع ہو گئے۔ اور ہر ایک کو یہی شوق رہا کہ مجھ سے مخاطب ہو اور گفتگو کرے۔ اور میں نے خدائے تعالیٰ کے فضل سے دیکھا کہ میں بڑی صفائی سے صحیح زبان انگریزی میں اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرتا رہا اور دو دو گھنٹہ تک۔ اور مجھے خود اس بات پر سخت تعجب ہے کہ اسقدر صفائی۔ صحت اور تیزی میری زبان میں کہاں سے آگئی۔ ایسا ہی ڈاکٹر زومر نے میرے متعلق سُنکر مجھے امریکن مشن چرچ میں اُسکے انگریزی لیکچروں کو سننے کے لیئے دو بار مدعو کیا اور مینے بہت سے شائقین انگریزی کو وہاں پایا۔ اگرچہ وہ کم سمجھ سکتے تھے۔ میں ان پادریوں کی اس کارروائی پر حیران رہ گیا۔ اس سے میرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی ریویو کے مضامین کا خوب مطالعہ کرکے یا یاد کرکے جمعہ کے دن ان صاحبوں کو تعلیمی بہانہ سے تبلیغ کروں جو میرے مکان پر صرف اس غرض کیلیئے آنا چاہتے ہیں۔ اور مینے تین ایسے افندیوں کو تو بحث کے بعد وفاتِ مسیح کا (خدا کے فضل سے) بالکل مقرّ کرا دیا ہے یہاں تک کہ ایک افندی دوسرے روز آکر کہنے لگا کہ میں نے اسپر جب غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ خاتم النبیین صلعم کے بعد وہ مسیح کیسے آسکتا ہے۔ غرض یہ ایک نہایت مفید اور تبلیغ کا ذریعہ ہے"

قرآن شریف کا اُردو ترجمہ:۔ قرآن شریف کا اُردو ترجمہ اور نوٹ چھپوانے کا کام حضرت میر ناصر نواب صاحب نے اپنے ذمہ لیا ہے اور قرآن شریف کا جو ترجمہ اور نوٹ شائع ہونگے وہ حضرۃ خلیفۃ المسیح کی منظوری اور پسندیدگی کے بعد آپ کی اجازت سے ہی شائع ہونگے۔ حضرت میر صاحب اس غرض کے لیئے روپیہ جمع کر رہے ہیں۔ جو صاحب اس ترجمہ کو خریدنا چاہتے ہیں وہ ۵ روپیہ پیشگی بھیجکر حضرت میر صاحب کی اس کارِ خیر میں مدد کریں یا محض بطور امانت اپنی وسعت کے مطابق امداد کریں۔

شیر علی عفی اللہ عنہ
قائم مقام سکرٹری

Reg. No. L. 303

نمبر ۸

یہ کیا؟ اِس کا نصف صفحہ کیوں خالی ہے!

رہنے دیجئے اس میں کیا ہے۔

سبب ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بچوں سے ضعیفت تک کے لیئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کی ہوئی چالیس [illegible] امراض کی ان ادویات کی پوری فہرست اپنے پاس کیوں نہیں رکھتے۔

اسکے رکھنے سے سوائے نفع کے نقصان نہیں ہو سکتا۔

کیا ایک فہرست آپکی خدمت میں روانہ کر سکتا ہوں

ادویات ہر موضع ہر قصبہ و ہر شہر میں مل سکتی ہے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۱۰ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا